احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

مارچ ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود ..... فرماتے ہیں:-

"کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اُس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے۔ آسمانی کھڑکیاں کُھلنے کو ہیں۔ عنقریب صبح صادق ہونے والی ہے۔ مبارک وہ جو اُٹھ بیٹھیں اور اب سچّے خُدا کو ڈھونڈیں۔ وہی خدا جس پر کوئی گردش اور مصیبت نہیں آتی۔ جس کے جلال کی چمک پر کبھی حادثہ نہیں پڑتا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی خدا ہی ہے جو ہر دم آسمان کا نُور اور زمین کا نُور ہے۔ اس سے ہر ایک جگہ روشنی پڑتی ہے۔ آفتاب کا وہی آفتاب ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کی وہی جان ہے۔ سچّا زندہ خدا وہی ہے۔ مبارک وہ جو اس کو قبول کرے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صـ ۴۴۴)

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

امان ۱۳۷۵ ہش

مارچ ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ــــــــ ۳۷
شمارہ نمبر ــــــــ ۳

شرح چندہ

پاکستان ــــــــ ساٹھ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ــــــــ چھ روپے

اداریہ

"وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت"

انیسویں صدی عیسوی دنیا کی مذہبی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ جب تمام مذاہب عالم اپنی بقا کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ ان دنوں احیائے علوم کی تحریکات اور تمدنی ترقیات ہر مذہب و ملت کو ایک نئی سوچ اور فکر دے رہی تھیں۔ مذہبی سیاسی اور لادینی نظریات کا تصادم پورے عروج پر تھا۔ اس نظریاتی جنگ میں مسیحیت، اسلام اور ہندوازم پیش پیش تھے۔ اور ان سب کا اکھاڑہ برصغیر ہند بنا ہوا تھا۔ جبکہ مشرقِ وسطیٰ پر صلیبی جنگوں کے زمانہ سے ہی عیسائیت کی یلغار چلی آرہی تھی

دوسری طرف ملتِ بیضا ادبار و تنزل کا شکار ہو چکی تھی اور اس کی علمی، اخلاقی اور روحانی کمزوریاں اُس کے حُسن کو داغدار کر چکی تھیں۔ اقتصادی اور سیاسی بساط الٹ چکی تھی اور اس کے بالمقابل عیسائیت اور ہندومت کے پیروکار اپنی بالادستی اور ابدی حکمرانی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ عام خلق اللہ کی حالت دگرگوں تھی۔ حسین اخلاقی اور رُوحانی قدریں حرفِ غلط کی طرح مِٹ چکی تھیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اہلِ نظر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دلوں کی پیاسی زمین بارانِ رحمت کی منتظر تھی۔ ایک مُحیٗ اور مصلح کا انتظار تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب عین ضرورت کے وقت آسمانی بشارات کا ظہور ہوا۔ اور امام الزّمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ نے مخلوقِ خدا کو خوشخبری دی۔ ع

اینکہ منم کہ حسبِ بشارات آمدم

کہ میں وہی ہوں جو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کے مطابق آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پاکر مجھے تبلیغِ حق اور اصلاح کیلئے مامور فرمایا..... اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ تب میں نے اس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں..... ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کیلئے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں۔ تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا اس کو دوبارہ قائم کر دوں۔ اور خدا سے قوت پاکر اسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دُور کر دوں اور جب اس پر چند سال گزرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اُمت کیلئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزّل..... کے وقت اور گمراہی پھیلنے کے زمانہ میں براہِ راست

خدا سے ہدایت پانے والا اور آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں .....'' (تذکرۃ الشہادتین)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ پُر شوکت اعلان حقیقت پر مبنی تھا کہ

؎ وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت ⁞ میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

آپ خدا تعالیٰ کی سچی توحید اور حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنے کیلئے آئے۔ دجّالی قوتیں خائب و خاسر ہوئیں۔ ایمانی قوتیں مضبوط ہوئیں۔ پس جس نے آنا تھا وہ تو آچکا۔ دنیا ایک اور رنگ میں آگئی۔ قومیں جوق در جوق اس مشرب پر جمع ہو کر وحدت کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو عافیت کے حصار میں آگئے اور مبارک ہیں وہ جو مسیح وقت کی اس آواز پر وادیٔ امن میں آنے کی تڑپ رکھتے ہیں۔ جس کی آپ نے خبر دیتے ہوئے فرمایا

؎ اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے ⁞ وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

حضرت السیّد حلمی الشافعیؓ کی وفات

ہمارے ایک نہایت ہی جیّد عالم مخلص اور فدائی مصری بھائی السیّد حلمی الشافعی حرکتِ قلب بند ہونے سے ۱۲ فروری کو لندن میں وفات پا گئے۔ آپ نے ۳۳ تینتیس سال قبل مصر میں ایک بزرگ احمدی جناب محمد مصطفٰے ثابت کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ اور پھر خدمتِ دین کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ ایک عرصہ تک مصر میں جماعت کیلئے علمی خدمات بجالاتے رہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر لندن میں عربی ڈیسک کے انچارج مقرر ہوئے۔ اس دوران جماعت احمدیہ عالمگیر کے ترجمان عربی رسالہ ''التقویٰ'' کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے اور احمدیہ ٹیلیویژن کے پروگرام ''لقاء مع العرب'' میں حضور انور کی ترجمانی نہایت عمدگی سے آخر وقت تک ادا کرنے کی توفیق پائی۔ جس پر حضور انور نے انہیں اپنا ''سلطان نصیر'' قرار دیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

''وہ میری روح میں اتر کر ترجمہ کرتے ہیں۔''

ادارہ ماہنامہ انصار اللہ اپنے اس مخلص اور فدائی احمدیت کی اچانک وفات پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے توسط سے عالمگیر جماعت احمدیہ اور السیّد حلمی الشافعی کے خاندان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اعلیٰ علیین میں قرب خاص سے نوازے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل دے۔ آمین

امام الکلام

"اس زمانے کا حصنِ حصین مَیں ہوں"

سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ..... اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!!! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو. اگرچہ مَیں جانتا ہوں کہ مَیں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن مَیں اس خدمت کیلئے معیّن طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا. تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں. میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے. مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ مَیں بھیجا گیا ہوں. اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں. دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ مَیں دنیا سے نہیں ہوں. مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے. جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے. اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے مَیں آیا ہوں. میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے. جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا. مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا. اس زمانے کا حصنِ حصین مَیں ہوں. جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں قزّاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا. مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی. مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا ہے. اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے. ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور مَیں اُس میں ہوں مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفسِ مزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے تب وہ اس کے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پَیر رکھ دیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اس میں کبھی آگ نہیں تھی. تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے. یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی رُوح اس میں سکونت کرتی ہے اور ایک تجلّی خاص کے ساتھ ربّ العالمین کا استویٰ اس کے دل پر ہوتا ہے. تب پرانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اس کو عطا کی جاتی ہے....."

(روحانی خزائن جِلد ۳ صـ ۳۴)

کلام الامام

علومِ قرآنی کے حصول کا طریق

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... علوم قرآنی کے حصول کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"ہم نے ایک راہ کا تجربہ کیا ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ انسانی دل میں سچی تڑپ اور پیاس علومِ قرآنی کے حصول کے واسطے پیدا کر کے تقویٰ تام سے دعائیں کرے ۔ اور اس طرح سے قرآن شریف شروع کرے ۔ دَورِ اوّل : خود تنہا ایک مترجم قرآن شریف لے کر جس کا ترجمہ لفظی ہو .... ہر روز بقدر طاقت بلاناغہ کچھ حصہ قرآن کا پڑھا کرے اور لفظوں کے معنوں میں غور کرے ۔ پھر جہاں آدم اور شیطان کا حال مذکور ہو اپنے نفس میں غور کرے کہ آیا میں آدم ہوں یا کہ ابلیس ، موسیٰ ہوں کہ فرعون ۔ مجھ میں یہودیوں کے خصائل ہیں یا کہ مسلمانوں کے اور اسی طرح سے عذاب کی آیات سے ڈرے اور پناہ مانگے اور رحمت کی آیات سے خوش ہو اور اپنے کو رحمت کا مورد بننے کے واسطے دعائیں کرے ، ہر روز درود ، دعا ، استغفار اور لاحول پڑھ کر شروع کرے اور اسی طرح ختم کرے ۔ اسی طرح سے دَورِ اوّل ختم کر دیوے ۔ اور اس دَور میں ایک نوٹ بک پاس رکھے ، مشکل مقامات اس میں نوٹ کرتا جاوے پھر دَورِ دوم شروع کرے اور اس میں اپنی بیوی کو سامنے بٹھا کر سُناوے اور یہ جانے کہ قرآن شریف ہم دونوں کے واسطے نازل ہوا ہے ۔ بیوی خواہ توجہ کرے یا نہ کرے یہ سُنائے جاوے اور پہلے دَور کی نسبت کسی قدر بسط کرتا جاوے اور پہلے طریق کی طرح اس دَور کو بھی ختم کرے اور وہ پہلی نوٹ بک پاس رکھے اور اسے دیکھتا رہے پھر اس دَور میں یہ دیکھے گا کہ بہت سے وہ مشکل مقامات جو دَورِ اوّل میں نہیں سمجھتا تھا اس دَور میں حل ہو جائیں گے ۔ اس دَورِ ثانی کی بھی ایک الگ نوٹ بک تیار کرے ۔

پھر اسی طرح سے دَورِ ثالث شروع کرے اور گھر کے بچوں ، عورتوں اور پڑوسیوں کو بھی اس دَور میں شامل کرے مگر وہ لوگ ایسے ہوں کہ کوئی اعتراض نہ کریں اور پہلی اور دوسری دونوں نوٹ بکیں اپنے سامنے رکھے ۔ اس طرح اس دَور میں دیکھے گا بہت سے مشکلات جو پہلے دونوں دَوروں میں حل نہ ہوئے تھے اس دفعہ حل ہو جاویں گے ۔ اس دَور کی ایک الگ نوٹ بک تیار کرے ۔

باقی صفحہ ۱۷ پر

عربی منظوم کلام

هَنِيئًا لَّكُمْ بَعْثِي فَبَشُّوا وَ ابْشِرُوا

وَ وَاللهِ اِنِّيْ جِئْتُ مِنْهُ مُجَدِّدًا ⁘ بِوَقْتٍ اَضَلَّ النَّاسَ غُوْلٌ مُّسَخِّرٗ

اور خدا کی قسم! یقیناً میں اس کی طرف سے مجدّد ہو کر آیا ہوں ایسے وقت میں کہ قابو کر لینے والے دیو نے لوگوں کو گمراہ کر دیا تھا

وَعَلَّمَنِيْ رَبِّيْ عُلُوْمَ كِتَابِهٖ ⁘ وَاُعْطِيْتُ مِمَّا كَانَ يُخْفٰى وَيُسْتَرُ

مجھے میرے رب نے اپنی کتاب کے علوم سکھائے اور مجھے وہ علم دیا گیا جو مخفی اور مستور تھا

وَاَسْرَارُ قُرْاٰنٍ مَّجِيْدٍ تَبَيَّنَتْ ⁘ عَلَيَّ وَيَسَّرَ لِيْ عَلِيْمٌ مُّبَيِّسِرُ

اور قرآن مجید کے بھید مجھ پر ظاہر ہو گئے۔ آسانی پیدا کرنے والے خدائے علیم نے میرے لئے آسانی پیدا کر دی

اَلَا اِنَّمَا الْاَيَّامُ رَجَعَتْ اِلَى الْهُدٰى ⁘ هَنِيْئًا لَّكُمْ بَعْثِيْ فَبَشُّوْا وَ ابْشِرُوْا

سن لو! زمانہ ہدایت کی طرف لوٹ آیا۔ مبارک ہو تمہارے لئے میری بعثت۔ تم خوش ہو جاؤ اور خوشی مناؤ

وَقَدِ اصْطَفَانِيْ خَالِقِيْ وَاَعَزَّنِيْ ⁘ وَاَيَّدَنِيْ وَاخْتَارَنِيْ فَتَدَبَّرُوْا

اور میرے خالق نے مجھے برگزیدہ کیا ہے اور مجھے عزّت دی اور میری تائید کی اور مجھے چن لیا سو تم غور کرو

وَ وَاللهِ مَا اَمْرِيْ عَلَيَّ بِغُمَّةٍ ⁘ وَاِنِّيْ لَاَعْرِفُ نُوْرَهٗ لَا اُنْكِرُ

اور اللہ کی قسم! میرا معاملہ مجھ پر مشتبہ نہیں اور یقیناً میں اس کے نور کو خوب پہچانتا ہوں، میں ناآشنا نہیں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلَّذِيْ ⁘ هَدَانَا مَنَاهِجَ دِيْنِ حِزْبٍ طُهِّرُوْا

اور ہماری آخری بات یہی ہے کہ تمام حمد اسی ذات کے لئے ہے جس نے ہمیں پاک گروہ کے دین کی راہوں کی راہنمائی کی

(القصائد الاحمدیہ)

فارسی منظوم کلام

از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم

جائیکہ از مسیح نزولش سخن رود ؎ گویم سخن اگرچہ ندارند باورم
جس جگہ مسیح اور اس کے نزول کا ذکر ہو میں یہی کہتا ہوں اگرچہ لوگ اسے باور نہ کریں

کاندر دِلم دمید خداوندِ کردگار ؎ کاں برگزیدہ رازِ رہِ صدق مظہرم
کہ خداوند کردگار نے مجھے الہام کیا ہے کہ میں اُسی برگزیدہ کا سچا مظہر ہوں

موعودم و بحُلیۂ ماثور آمدم ! ؎ حیف است گر بدیدۂ نہ بیند منظرم
میں موعود ہوں اور میرا حُلیہ حدیثوں کے مطابق ہے افسوس ہے اگر آنکھیں کھول کر مجھے نہ دیکھیں

رنگم چو گندم است و بمو فرقِ بیّن است ؎ زانساں کہ آمدست در اخبارِ سرورم
میرا رنگ گندمی ہے اور بالوں میں نمایاں فرق ہے جیسا کہ میرے سردار کی احادیث میں وارد ہے

ایں مقدمم نہ جائے شکوک است و التباس ؎ سیّد جدا کُند زِ مسیحائے احمرم
میرے اس آنے میں شک و شُبہ کی گنجائش نہیں میرا آقا مجھے سُرخ رنگ والے مسیح سے جُدا کر رہا ہے

ماموروم و مرا چہ دریں کارِ اختیار ؎ رو ایں سخن بگو بخداوندِ آمرم
میں تو مامور ہوں مجھے اس کام میں کیا اختیار ہے، جا! یہ بات میرے بھیجنے والے خدا سے پوچھ

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر ؎ از باغباں بترس کہ من شاخِ مُثمرم
اے وہ جو میری طرف سینکڑوں کلہاڑوں سے دوڑا آتا ہے اس باغبان سے ڈر کیونکہ میں ایک پھلدار شاخ ہوں

امروز قومِ من نشناسد مقامِ من ؎ روزے بگریہ یاد کُند وقتِ خوشترم
آج میری قوم میرا مقام نہیں پہچانتی لیکن وہ دن آئے گا جب کہ وہ رو رو کر میرے مبارک وقت کو یاد کرے گی

(رُوحانی خزائن جلد ۳ ضہ ۱۸۰ تا ۱۸۴)

تاریخ سلسلہ احمدیہ

سلسلہ احمدیہ کا قیام

تجدید و احیائے دین، دعویٰ ماموریت اور بیعتِ اُولیٰ

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء ـــــ جماعت احمدیہ کا سنگِ بنیاد

ـــ ایڈیٹر

احمدیت ایک مذہبی تحریک کا نام ہے جسے اذنِ الٰہی سے سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ..... نے ۱۸۸۹ء میں قائم فرمایا۔ تا اس ذریعہ سے دینِ حق کو مذاہبِ عالم پر غالب کیا جائے اور ربِّ ذوالجلال کی سچی توحید اور ہادئ برحق حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قائم ہو۔ اس طرح تحریک احمدیت کی بنیادی غرض دینِ حق کی خدمت تک محدود ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا کہ آپ کو مسیح و مہدی اور موعود اقوامِ عالم کی حیثیت سے اصلاحِ خلق کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور دینِ کامل کو دیگر ادیانِ عالم پر (جو اپنی نامکمل اور ناقص تعلیمات کے باعث بنی نوع انسان کی اصلاح و راہنمائی کے قابل نہیں رہے) غالب کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔

تحریک احمدیت کا پس منظر۔ اور آپ کا رجوع الی اللہ:۔ آپ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اس وقت دین سے بیزاری اور اخلاقی اور رُوحانی اقدار سے بے اعتنائی عام نظر آرہی تھی۔ خدا کی طرف نگاہ اٹھنے کی بجائے دنیا پرستی اور نفس پرستی اپنے پورے عروج پر تھی۔ مگر آپ کو دنیوی علائق سے بے رغبتی تھی۔ دینی امور میں محویت کا عالم تھا۔ گوشۂ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ کا ہر لمحہ انہماک کے ساتھ مطالعہ میں گزرتا۔ قرآن کریم کی تلاوت اور فکر و تدبّر میں گھنٹوں گزرتے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ

"میں نے ایک دفعہ آپ کو قادیان سے بٹالہ تک بیل گاڑی میں سفر کرتے دیکھا ۔ آپ نے قادیان سے نکلتے ہی قرآن شریف کھول کر سامنے رکھ لیا ۔ اور بٹالہ پہنچنے تک جس میں بیل گاڑی کے ذریعہ کم و بیش پانچ گھنٹے لگتے ہوں گے (ان دنوں بٹالہ اور قادیان کے درمیان ریل کا نظام نہ تھا ۔ ناقل) آپ نے قرآن شریف کا ورق نہیں اُلٹا اور انہی سات آیتوں کے مطالعہ میں پانچ گھنٹے خرچ کر دئے ۔"

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۲)

آپ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب نے دنیا سے اس انتہائی بے رغبتی کے باعث آپ کو دنیا کے کاموں میں مصروف رکھنا چاہا ۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد ماجد کی اطاعت کی خاطر زمیندارہ کاموں اور مقدمات کی پیروی میں ان کی معاونت کی مگر آپ کو تلخ تجربات سے دوچار ہونا پڑا ۔ ادب و اطاعت کے ناطہ سے سیالکوٹ میں چند سال ملازم بھی رہے ۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ آپ کو دنیا کے مشاہدات و تجربات حاصل ہوں ۔ اسی زمانہ میں دینِ حق کی کامیاب مدافعت کا کام سرانجام دینا شروع کیا ۔ جن لوگوں کو بھی آپ سے واسطہ پڑا وہ آپ کی دینی محبت اور روحانیت سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔

خدائی کفالت میں :۔

والد صاحب کی وفات کے قریبی دور میں آپ کو عبادات کی طرف غیر معمولی رغبت ہوئی ۔ انوار سماوی کے حصول کے لئے لمبا عرصہ تک نفلی روزے رکھے ۔ اپنی خوراک اس قدر کم کی کہ دن رات صرف چند تولے پر گزارتے ۔ آپ کے والد صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی ۔ وفات کے روز ہی الہام ہوا کہ آج شام کے قریب آپ کے والد صاحب اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے ۔ جس سے والد صاحب کی جُدائی کے طبعی غم کے علاوہ ایک لحظہ کے لئے یہ خیال میں آیا کہ ذرائع معاش تو والد صاحب کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھے ۔ ان کے بعد معلوم نہیں کیا ہوگا ۔ یہ خیال دل میں گزر رہا تھا کہ ایک نہایت پُرجلال آواز میں الہام ہوا "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ؟ اس طرح آپ خدائی کفالت میں آگئے ۔

مدافعتِ دین کیلئے میدانِ عمل میں :۔

آپ کی گمنام اور گوشۂ تنہائی کی زندگی تھی ۔ مگر آسمانی تقدیر اصلاحِ خلق کے لئے آپ کو منظرِ عام پر لے آئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر ہر چہار سُو شہرت عطا کرنا شروع کی ۔ اسی دور میں مختلف تحریکات اُبھریں اور نئے مذہبی فلسفے پیش کئے گئے ۔ ہندوؤں

میں پنڈت دیانند کی تحریک سے ایک نئی جارحانہ روح پیدا ہوئی۔ دوسری طرف مسیحیت نے زبردست یلغار کی اور پادریوں نے انگریز حکومت کے زیرِ سایہ اپنی دائمی حکومت کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ یوں تو صلیبی مذہب کا جوش وخروش ساری دنیا میں تھا مگر برصغیر اس کا خاص ٹارگٹ تھا۔ برہمو سماج کی تحریک بھی اپنے جدید فلسفہ امن و آشتی اور صلح کا لباس اوڑھے بنی نوع انسان پر مسلط ہونا چاہتی تھی۔ اور ساتھ ساتھ سب سے مؤثر مغربی تہذیب و تمدن کی دلربائی کشش و جذب کا موجب بن رہی تھی۔ اور نتیجۃً دہریت و مادہ پرستی کے مہیب سائے طویل ہوتے جا رہے تھے۔ چنانچہ اس دور میں اس چوطرفہ خطرات کا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ...... کی دوربین آنکھ نے مشاہدہ کیا۔ اور دینِ حق کی کامیاب مدافعت کے لئے آپ نے اپنی پہلی تصنیف "براہینِ احمدیہ" پیش کی۔ چار جلدوں میں یہ عظیم الشان کتاب تمام مذاہب عالم کے لئے چیلنج تھا۔ آپ نے تمام مذاہب کے مقابل پر دینِ حق اور قرآن مجید کی فضیلت کو پیش کیا۔ اس میں الہام کی ضرورت اور حقیقت، صفاتِ باری تعالیٰ اور اپنے دعویٰ الہام کو پیش کیا۔ بہت سارے الہامات درج کئے گئے۔ جو آئندہ کے بارہ میں پیشگوئیوں پر مشتمل تھے۔ یہ کتاب شہرۂ عالم ثابت ہوئی اور بڑے بڑے محققین نے بالاتفاق اس کتاب کو مدافعت کا شاہکار قرار دیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کی اس تصنیف کے بارہ میں لکھا:

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک ...... تالیف نہیں ہوئی۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷، نمبر ۶ بابت ۱۸۸۴ء)

اس کتاب میں آپ نے بہت سارے ابتدائی الہامات بھی جمع کر دئے ہیں۔ جن میں اکثر آپ کی آئندہ ترقیات کے متعلق ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے ایک یہ بھی ہے۔

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

اس الہام میں واضح طور پر اس امر کا اظہار ہے کہ دنیا میں تجھے اتنی مقبولیت ہوگی کہ بادشاہ بھی تیرے حلقہ ارادت میں شامل ہوں گے اور تیرے متبرک کپڑوں کو اپنی آنکھوں سے لگائیں گے۔ یہ الہام اس وقت کا ہے جب آپ بالکل گوشۂ گمنامی میں تھے۔ ابھی کوئی دعویٰ بھی نہ تھا۔ اور کوئی شخص آپ کو جانتا بھی نہ تھا۔

مجددیت اور ماموریت کے متعلق رویاء کشوف اور الہام:-

سنہ ۱۸۸۲ء کا واقعہ ہے۔ حضرت اقدس

بانی سلسلہ احمدیہ...... فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیاءِ دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ پر شخصِ مُحیِی کے تعین ظاہر نہیں ہوئی۔" (براہین احمدیہ جلد چہارم ص۵۰۲)

پھر فرمایا:۔

"اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیِی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا

هٰذَا رَجُلٌ يُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔

اور اس قول سے یہ مطلب تھا شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسولؐ ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۳)

انہی ایام میں آپ نے ایک رویاء دیکھا کہ:۔

"ایک رات میں کچھ لکھ رہا تھا کہ اسی اثناء میں مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔ اس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ کا چہرہ بدرِ تام کی طرح درخشاں ہے۔ آپؐ میرے قریب ہوئے اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ آپؐ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپؐ نے مجھ سے معانقہ کیا اور میں نے دیکھا آپؐ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر داخل ہو گئی ہیں۔ ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا۔ اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور اس معانقہ کے بعد نہ ہی میں نے یہ محسوس کیا کہ آپؐ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپؐ تشریف لے گئے ہیں۔ اور مجھ پر الہامِ الٰہی کے دروازے کھول دئے گئے۔ اور میرے رب نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۵۵۰)

يَا اَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ۔ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاؤُهُمْ۔ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔" (براہین احمدیہ حصہ سوم)

ترجمہ: اے احمد! اللہ تعالیٰ نے تجھے برکت دی ہے۔ پس جو وار تُو نے دین کی خاطر چلایا ہے وہ تُو نے نہیں چلایا بلکہ دراصل خدا نے چلایا ہے۔ خدا نے تجھے قرآن کا علم عطا کیا ہے تا کہ تُو ان لوگوں کو ہوشیار کرے جن کے باپ دادے ہوشیار نہیں کئے گئے۔ اور تا مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے۔ لوگوں سے کہہ دے کہ مجھے خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے (اپنے دعویٰ ماموریت پر) ایمان لاتا ہوں۔

یہ وہ پہلا الہام ہے جو ماموریت کے متعلق آپ کو ہوا اور جس نے آپ کی زندگی کے نئے دَور کا آغاز کر دیا۔ مگر چونکہ آپ کو بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے آپ حسبِ معمول خدمتِ دین میں مصروف رہے اور باقاعدہ جماعت کی بنیاد نہ رکھی۔

ان الہامات اور رؤیاء وکشوف سے واضح ہے کہ آپ دین کے محیی اور مامورِ زمانہ کے مقام پر فائز کئے گئے تھے۔ مگر الٰہی نوشتوں میں تیرھویں صدی کے آخر میں ظاہر ہونے والا چودھویں صدی کا مامور و مجدّد ایک ممتاز شخصیت مسلّم تھا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا ظہور مسیح موعود اور مہدی آخر الزمان اور موعود اقوام عالم کی حیثیت سے تھا۔ چنانچہ النجم الثاقب۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ اربعین فی احوال المہدیین۔ اقتراب الساعۃ۔ حجج الکرامہ اور بحار الانوار نے اس موعود کا زمانہ اور مقام بھی متعین کر دیا تھا۔

ماموریت کے پہلے الہام کے بعد ہونے والے الہامات میں آپ کا مقام دو مرتبہ بھی واضح کیا گیا۔ فرمایا

"یہ الہام آج سے بیس برس پہلے دنیا میں شائع ہو چکا ہے ...... یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ

اس وقت مجھے مسیح موعود ٹھہرایا گیا جب کہ مجھے بھی خبر نہ تھی کہ میں مسیح موعود ہوں۔" (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۴)

اعلانِ بیعت کا اشتہار:

بشیر اوّل کی وفات پر آپ نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو جو اشتہار شائع کیا اس کے آخر میں "تبلیغ" کے عنوان سے تحریر فرمایا:

"میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلقِ خدا کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبتِ مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کو چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں

کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا ۔ اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا ۔ بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار ہوں یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے ۔ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا ۔ اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

المبلغ

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

اعلان شرائط بیعت میں تاخیر کیوں ؟ :-

۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں حضرت اقدس بانی سلسلہ ...... نے شرائط بیعت کا اعلان کیا ۔ اس اعلان کی تاخیر کا کیا سبب بنا جبکہ اذنِ بیعت دس ماہ قبل ہو چکا تھا ۔ اس کی حکمت یہ تھی ۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں :-

” واضح رہے کہ اس دعوتِ بیعت کا حکم تخمیناً دس ماہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا ہے لیکن اس کی تاخیر اشاعت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ اس عاجز کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی رہی کہ ہر قسم کے رطب و یابس مرگ اس سلسلہ میں داخل ہوں ۔ جس کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اور جو ”کچے“ اور ”سریع التغیر“ اور مغلوب الشک نہیں ہیں اس وجہ سے ایک ایسی تقریب کی انتظار رہی کہ جو سچوں اور کچوں اور مخلصوں اور منافقوں میں فرق کر کے دکھلا دے ۔ سو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی کمال حکمت اور رحمت سے وہ تقریب بشیر احمد (بشیر اوّل مراد ہیں ۔ ناقل) کی موت کو قرار دے دیا ۔ اور خام خیال اور کچوں اور بدظنوں کو الگ کر کے دکھا دیا اور وہی ہمارے ساتھ رہ گئے جن کی فطرتیں ہمارے ساتھ رہنے کے لائق تھیں ۔ اور جو فطرتاً قوی الایمان نہیں تھے اور تھکے اور ماندے تھے وہ سب ہلاک ہو گئے اور شکوک و شبہات میں پڑ گئے ۔ “

اس تاخیر کا ایک بہت بڑا سبب اتقیاء و صلحاء کو ممیز کرنا اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت تھی۔ چنانچہ ایسے ہی وفاداروں اور دلی محبوں کی آپ کو ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ اس ابتلاء کی حالت میں اس دعوتِ بیعت کو قبول کر کے اس سلسلہ مبارکہ میں داخل ہو جائیں وہی ہماری جماعت سمجھے جائیں۔ اور وہی ہمارے خالص دوست متصور ہوں اور وہی ہیں جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں انہیں غیروں پر قیامت تک فوقیت دوں گا۔ اور برکت اور رحمت ان کے شاملِ حال رہے گی۔"

(اشتہار ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء)

اس اشتہار میں ہی حضرت اقدس نے شرائط بیعت کا اعلان کیا۔

بیعتِ اُولیٰ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد:۔

۱۸۸۹ء کے شروع میں حضرت اقدس لُدھیانہ تشریف لے گئے اور ۴۔ مارچ ۱۸۸۹ء کو آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا:

"تاریخ ہذا سے جو ۴۔ مارچ ۱۸۸۹ء ہے ۲۵۔ مارچ تک یہ عاجز لُدھیانہ میں مقیم ہے۔ اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لودھیانہ میں ۱۰۔ تاریخ کے بعد آجاویں اور اگر اس جگہ آنا موجبِ حرج و دقت ہو تو ۲۵۔ مارچ کے بعد جس وقت کوئی چاہے قادیان میں بعد اطلاع دہی بیعت کے لئے حاضر ہو جائے۔"

(حیاتِ طیبہ صؔ ۷۲ بحوالہ حاشیہ اشتہار ۴۔ مارچ ۱۸۸۹ء)

لدھیانہ میں بیعت کے لئے حضرت اقدس نے حضرت منشی صوفی احمد جان ..... کا مکان پسند فرمایا۔ حضرت منشی صاحب ایک نہایت متقی اور پاک باطن انسان تھے۔ اور ان کے سینکڑوں مرید تھے جو ان کے ساتھ حد درجہ اخلاص رکھتے تھے۔ حضرت اقدس کی مشہور تصنیف براہین احمدیہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ان میں فدائیت کا رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ اور آپ کی بیعت کی شدید خواہش اور تڑپ رکھتے تھے۔ انہوں نے حضور کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر بھی پڑھا تھا۔

؎ ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر ؛ تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حضرت اقدس نے انہیں جواب دیا تھا کہ آپ کو ابھی بیعت لینے کے لئے مامور نہیں کیا گیا۔ لیکن جب حضرت اقدس نے بیعت لینے کا اعلان کیا تو وہ وفات پا چکے تھے۔ (حضرت حکیم مولانا نور الدین ...

کی شادی حضرت اقدس نے کوشش کر کے انہی کی صاحبزادی صغریٰ بیگم سے کروائی تھی)

حضرت صوفی صاحب کے مکان کا وہ کمرہ جہاں حضرت اقدس نے بیعت لی دارالبیعت کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ مکان سلسلہ احمدیہ کے لئے وقف کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں جب برصغیر ہند کی تقسیم ہوئی تو یہ مکان عارضی طور پر جماعت کے قبضہ سے نکل گیا مگر کچھ عرصہ بعد اس مکان کا قبضہ مل گیا۔

یوم البیعت ۔ ۲۳ ۔ مارچ :- حضرت اقدس کے اشتہار مورخہ ۴۔ مارچ ۱۸۸۹ء پر جموں، خوست بھیرہ، سیالکوٹ، گورداسپور، گوجرانوالہ، پٹیالہ، جالندھر، مالیر کوٹلہ، انبالہ، کپورتھلہ اور میرٹھ کے اضلاع سے مخلصین لدھیانہ پہنچ گئے۔

بیعتِ اولیٰ کا تعین کرتے ہوئے مؤرخ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد فرماتے ہیں :-

"..... رجسٹر بیعت کے لحاظ سے ..... تاریخ ۲۱۔ مارچ قرار پاتی ہے ......
ابتدائی ورق پر ہجری تاریخ ۱۹۔ رجب لکھی ہے جو تقویم شمسی کے اعتبار سے ۲۲۔ مارچ کا دن بنتا ہے اور ۲۲۔ مارچ کو بھی بیعت کا آغاز قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہی دنوں حضرت مسیح موعود..... نے حضرت مولانا نورالدین ..... کو ہدایت فرمائی تھی کہ بجائے بیس کے ۲۲۔ مارچ کو آپ تشریف لائیں۔ (الحکم .....)

پس جب حضرت مولانا نورالدین..... کے بائیس مارچ کو لدھیانہ پہنچنے کا ارشاد ثابت ہوا، تو اس روز کی بجائے اس سے اگلا دن ۲۳۔ مارچ ہی یوم بیعت قرار پاتا ہے اور یہی وہ تاریخ ہے جو حضرت منشی عبداللہ سنوری نے بیان کی ہے۔ اور یہی ۱۹۱۶ء سے دارالبیعت لدھیانہ کے کتبے پر ثبت ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۱۹۲-۱۹۳ حاشیہ)

مزید بیعت کی تفصیل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"بیعتِ اولیٰ کا آغاز لدھیانہ میں (حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری کی روایت کے مطابق) ۲۰۔ رجب بمطابق ۲۳۔ مارچ ۱۸۸۹ء حضرت منشی احمد جان صاحب ..... کے مکان واقع محلہ جدید میں ہوا۔ وہیں بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لئے ایک رجسٹر تیار ہوا جس کی پیشانی پر لکھا گیا "بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ طہارت" رجسٹر کے اندر ایک نقشہ تھا جس میں نام ولدیت اور سکونت درج کی جاتی تھی۔

حضرت اقدس بیعت کے لئے مکان کی ایک کچی کوٹھری میں ..... بیٹھ گئے اور دروازے

پر شیخ حامد علی صاحب ..... کو مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین ..... کو بلوایا۔ حضرت اقدس نے مولانا کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۱۹۳-۱۹۴)

"حضرت مولانا نورالدین ..... کے بعد میر عباس علی صاحب۔ شیخ محمد حسین صاحب خوشنویس مرادآبادی نیز چوتھے نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب سنوری اور پانچویں نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب ساکن تنگی علاقہ چارسدہ نے بیعت لی۔ ان کے بعد غالباً منشی اللہ بخش صاحب لدھیانہ کا نام لے کر بلایا اور پھر شیخ حامد علی صاحب سے کہہ دیا کہ خود ہی ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جاؤ..... اس طرح پہلے دن باری باری چالیس افراد نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۱۹۵-۱۹۶)

اس طرح ۲۳۔ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت امام الزمان بانی سلسلہ احمدیہ کے مقدس ہاتھ پر جمع ہونے والے چالیس قدوسیوں سے یہ عظیم الشان جماعتِ آخرین قائم ہوئی جس کی صدیوں سے انتظار کی جا رہی تھی۔ پس ان مبارک وجودوں سے ۲۳۔ مارچ کے مبارک اور تاریخی دن سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاسیس ہوئی۔

؎ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

بیعت کے بعد نصائح:۔

بیعت کرنے والوں کو حضرت اقدس جو نصائح فرمایا کرتے تھے۔ ان کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس جماعت میں داخل ہو کر اوّل زندگی میں تغیر کرنا چاہیئے۔ کہ خدا پر سچا ایمان ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے پھر اس کے احکام کو نظرِ خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔"... "ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا اور اس پر بھروسہ کرنا اور خدا پر توکّل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اس حد تک کرنی چاہیئے۔ کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست در کار دل با یار والی بات ہونی چاہیئے۔"

" دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپرواہ کر دے ۔ دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دُور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے ۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔"

" فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو۔ کہ خدا راضی ہو جائے اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کرکے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہیئے۔ کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔"

(ذکر حبیب ص ۲۳۶-۲۳۹ از حضرت مفتی محمد صادق ......)

بقیہ: کلام الامام

...... چوتھا دور عام مجمع کے سامنے شروع کرے مگر سامعین ہوں۔ ان کے اعتراضات وغیرہ کے اگر جواب آتے ہوں تو دیتا جاوے ورنہ نوٹ بک میں نوٹ کرتا جاوے اور ان کے حل کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور دردِ دل سے دعائیں کرتا رہے اور پانچواں دور شروع کرے اور بلا امتیاز مسلمان و مشرک، کافر و مومن کو سُنانا شروع کر دے اللہ تعالیٰ کا فضل اور فیضان اس کے شامل حال ہوگا اور ایک بہت بڑا حصہ قرآن شریف کا اسے سکھا دیا جاوے گا۔ اور باریک در باریک حقائق و معارف اور اسرار کلامِ ربانی اس پر کھولے جاویں گے۔ غرض یہ ہمارا مجرب اور آزمودہ طریقہ ہے۔ پس جس کو قرآن سے محبت اور علوم قرآن سیکھنے کی پیاس اور سچی تڑپ ہو وہ اس پر کاربند ہو کر دیکھ لے۔"

(حقائق الفرقان جلد اوّل ص ۳-۴)

بہبودِ ہست و بُود کا ساماں لئے ہوئے
سارے جہاں کے درد کا درماں لئے ہوئے

عشقِ جگر گداز کی بیتابیوں کے ساتھ
حُسنِ کرشمہ ساز کا طُوفاں لئے ہوئے

زُھد و وَرع کے ہاتھ سے تھامے ہوئے عناں
رُخشِ جہاں کو جانبِ ایماں لئے ہوئے

سوز و گدازِ عشق کی زرّیں کتاب میں
بابِ وصالِ حضرتِ سُبحاں لئے ہوئے

توراتِ دلفریبیٔ تقویٰ کے ماسوا
انجیلِ دلنوازیٔ رضواں لئے ہوئے

کشتِ نخیلِ مہدیٔ دوراں کے واسطے
ابرِ مطیرِ رحمتِ یزداں لئے ہوئے

بزمِ جہاں میں ملّتِ احمدؐ کا تاجدار
جلوہ نما ہے دولتِ قرآں لئے ہوئے

مُصلحؔ درِ وصال ہے مُدّت سے وَا ہوا
اُٹھ تُو بھی چل متاعِ دل و جاں لئے ہوئے

حضرت مولانا مصلح الدین راجیکی

سیرتِ طیبہ

ایمان افروز اور رُوح پرور ـــــ روایات

حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ ..... اور اکرام ضیف

ـــــــــ مرتبہ: محترم سمیع اللہ صاحب زاہد

(سلسلہ کے لئے دیکھیں شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۹۵ء)

حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ ..... کے پاس تحقیقِ حق کیلئے بکثرت مہمان آتے تھے۔ ہر علاقہ اور طبقہ سے آنے والا مہمان آپ کی محبت، شفقت اور حُسنِ سلوک سے حصہ پاتا۔ اس سلسلہ میں بعض اور واقعات و روایات درج ذیل ہیں:۔

○

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ..... بیان فرماتے ہیں کہ

"ایک دفعہ مہمان کثرت سے آگئے۔ بیوی صاحبہ (حضرت سیدہ نصرت جہاں .....) گھبرائیں۔ مجھے جو مکان حضرت نے دے رکھا تھا۔ وہ بالکل نزدیک تھا۔ میں سنتا رہا۔ حضرت صاحب نے بیوی صاحبہ کو ایک کہانی سُنانی شروع کی۔ فرمایا ایک شخص کو جنگل میں رات آگئی۔ اُس نے ایک درخت کے نیچے بسیرا کر دیا۔ اس درخت کے اوپر کبوتر اور کبوتری کا گھونسلہ بنا ہوا تھا۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے کہ ہمارے ہاں مہمان آیا ہے۔ اسکی کیا خاطر کریں۔ نر نے کہا کہ سردی ہے بستر اسکے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ گرا دیں۔ اس سے آگ جلا کر یہ رات گزارے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے سوچا کہ اب اس کے واسطے کھانا نہیں ہے ہم دونوں اپنے آپ کو نیچے گرا دیں تاکہ یہ ہمیں بھی کھالے۔" (سیرت حضرت مسیح موعود ص ۱۳۱ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ...)

○

مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری نے ۱۸۸۷ء میں (جبکہ حضرت مسیح موعود ..... نے نہ کوئی دعویٰ کیا تھا اور نہ ہی ابھی بیعت لیتے تھے لیکن آپ کی کتاب براہین احمدیہ وغیرہ شائع ہو چکی تھیں، جس کی وجہ سے آپ دینِ حق کے ایک عظیم پہلوان کے طور پر ہندوستان کے علمی طبقوں میں بہت معروف ہو چکے تھے) آپ

کی شہرت سن کر آپ کی ملاقات کے شوق میں قادیان کا سفر کیا۔ اپنے رسالہ "تائیدِ حق" میں اس سفر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"میرے دل میں جناب مرزا غلام احمد صاحب سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ امرتسر کے دو ایک دوست میرے ساتھ چلنے کو مستعد ہوئے۔ ریل پر سوار ہوا۔ بٹالہ پہنچا۔ ایک دن بٹالہ میں رہا۔ پھر بٹالہ سے یکہ کی سواری پر سوار ہو کر قادیان پہنچا۔ مرزا صاحب مجھ سے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ جناب مرزا صاحب کے مکان پر میرا وعظ ہوا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کیلئے چندہ بھی ہوا۔ میرے ساتھ جو صاحب تشریف لے گئے وہ مرزا صاحب کے دعویٰ الہام کی وجہ سے سخت مخالف تھے۔ اور مرزا صاحب کو فریبی اور مکّار سمجھتے تھے۔ لیکن مرزا صاحب سے مل کر ان کے سارے خیالات بدل گئے اور میرے سامنے انہوں نے جناب مرزا صاحب سے اپنی سابق کی بدگمانی کیلئے معذرت کی۔ مرزا صاحب کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب سا گزرا۔ ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بُری عادت تھی۔ امرتسر میں تو مجھے پان ملا لیکن بٹالہ میں مجھے کہیں پان نہ ملا۔ ناچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا۔ میرے امرتسر کے دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بُری عادت کا تذکرہ کر دیا۔ جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے دن کے جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا۔"

(تائیدِ حق صـــ۵۵-۵۶ بحوالہ سیرت حضرت مسیح موعود صـــ۱۳۵-۱۳۶)

O

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ..... بیان فرماتے ہیں :۔

"میاں رحمت اللہ صاحب باغانوالہ سیکرٹری انجمن احمدیہ بنگہ ..... ۱۹۰۵ء میں جبکہ حضرت اقدس باغ میں تشریف فرما تھے ..... قادیان آئے ہوئے تھے۔ اور وہ مہمان خانہ میں حسب معمول ٹھہرے ہوئے تھے میاں نجم الدین مرحوم لنگر خانہ کے داروغہ اور مہتمم تھے ..... اخلاص میں وہ کسی سے کم نہ تھے۔ اور سلسلہ کی خدمت اور مہمانوں کے آرام کا اپنی طاقت اور سمجھ کے موافق بہت خیال رکھتے تھے ..... میاں رحمت اللہ صاحب نے کچھ تکلف سے کام لیا۔ روٹی کچّی ملی اور وہ بیمار ہو گئے۔ مجھ کو خبر ہوئی۔ میں نے ان سے وجہ دریافت کی تو بتایا کہ روٹی کچی تھی۔ اور تنور کی روٹی عام طور پر کھانے کی عادت نہیں۔ مجھے ان کی تکلیف کا احساس ہوا۔ میں سیدھا حضرت صاحب کے پاس گیا۔ اطلاع ہوتے پر آپ اُسی وقت تشریف لے آئے اور باغ کی اس روش پر جو مکان کے سامنے ہے ٹہلنے لگے۔ اور دریافت فرمایا کہ میاں یعقوب علی کیا بات ہے ؟

مَیں نے واقعہ عرض کر کے کہا ..... (حضور نے) فرمایا آپ نے بہت ہی اچھا کیا کہ مجھ کو خبر کر دی۔ مَیں ابھی گھر سے چپاتیاں پکوانے کا انتظام کر دوں گا۔ اور میاں نجم الدین کو بھی تاکید کرتا ہوں اُسے بُلا کر میرے پاس لاؤ۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ اگر کسی مہمان کو تکلیف ہو تو فوراً مجھے بلاؤ۔ لنگر خانہ والے نہیں بتاتے اور ان کو پتہ بھی نہیں لگ سکتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میاں رحمت اللہ کہاں ہیں وہ زیادہ بیمار تو نہیں ہو گئے۔ اگر وہ آسکتے ہوں تو ان کو بھی یہاں لے آؤ۔

مَیں نے واپس آکر میاں رحمت اللہ صاحب سے ذکر کیا۔ وہ بیچارے بہت محجوب ہوئے کہ آپ نے کیوں حضرت کو تکلیف دی۔ میری طبیعت اب اچھی ہے۔ خیر مَیں ان کو حضرت کے پاس لے گیا اور میاں نجم الدین صاحب کی بھی حاضری ہوئی۔ حضرت نے میاں رحمت اللہ صاحب سے بہت عذر کیا کہ بڑی غلطی ہو گئی۔ آپ کو تکلّف نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ مَیں باغ میں تھا ورنہ تکلیف نہ ہوتی۔ اب انشاء اللہ انتظام ہو گیا ہے۔ جس قدر حضرت عذر اور دلجوئی کریں مَیں اور میاں رحمت اللہ اندر ہی اندر نادم ہوں اور پھر جتنے دن وہ رہے حضرت نے روزانہ مجھ سے دریافت فرمایا کہ تکلیف تو نہیں۔ میاں نجم الدین صاحب کو بھی بہت تاکید اور وعظ فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے لئے آتے ہیں۔ اور گھروں کا آرام چھوڑ کر آتے ہیں۔ اگر ان کی صحت ہی درست نہ رہے تو یہ اس غرض کو کیونکر حاصل کر سکیں گے جس کے لئے یہاں آتے ہیں۔ بہت کچھ ان کو سمجھایا اور وہ اپنے طریق کے موافق عذر کرتے رہے۔" (سیرت مسیح موعود ص ۱۴۹-۱۵۱)

O

"اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک ہندو سادھو کوٹ کپورہ سے آیا۔ اور حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسلمانوں کے لئے تو کوئی خاص تردّد اور تکلیف نہیں ہو سکتی کیونکہ لنگر جاری تھا اور جاری ہے۔ وہاں انتظام ہر وقت رہتا ہے۔ لیکن ایک ہندو مہمان کے لئے خصوصیت سے انتظام کرنا پڑتا ہے اور چونکہ وہ انتظام دوسروں کے ہاں ہوتا ہے اس لئے اس کی مشکلات ظاہر ہیں۔ تاہم حضرت اقدس ہمیشہ ایسے موقعہ پر بھی پورا التزام مہمان نوازی کا فرماتے تھے۔ ۶۔ اکتوبر کی شام کو اس نے حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ

"یہ ہمارا مہمان ہے۔ اس کے کھانے کا انتظام بہت جلد کر دینا چاہیئے۔ ایک شخص کو خاص طور پر حکم دیا کہ ایک ہندو کے گھر اس کے لئے بندوبست کیا جاوے۔"

چنانچہ فوراً یہ انتظام کیا گیا۔ (سیرت مسیح موعود ..... ص ۱۴۲)

○

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ..... اپنا پہلی بار قادیان آنے کا واقعہ اور اس موقع پر حضرت اقدس کا آپ سے بطور مہمان سلوک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"میں پہلی مرتبہ ۱۸۹۳ء کے مارچ کے مہینے کے اواخر میں قادیان آیا۔ راستہ سے ناواقف تھا اور بٹالہ گاڑی شام کے قریب آتی تھی۔ دن تھوڑا سا باقی تھا۔ میرے پاس کچھ سامان سبزی وغیرہ کی قسم سے تھا۔ مجھے یکہ کوئی نہ ملا۔ میں نے ایک مزدور جو بٹالہ میں جوتوں کی مرمت کیا کرتا تھا ساتھ لیا۔ وہ بڈھا آدمی تھا۔ اور اس کا گھر دوانی وال تھا۔ راستہ میں جب وہ اپنے گاؤں کے قریب پہنچا تو اس نے کہا کہ میں گھر سے ہو آؤں اور گھر والوں کو اطلاع دے آؤں کہ قادیان جاتا ہوں۔ اسے گھر میں اچھی خاصی دیر ہوگئی اور آفتاب غروب ہوگیا۔ میں نے بٹالہ میں راستہ کی کچھ تفصیلات معلوم کی تھیں کہ نہر آئے گی۔ اس سے آگے ایک چھوٹی سی پلی آئے گی وہاں سے قادیان کو راستہ جاتا ہے۔ رات اندھیری تھی ہم دونوں چلے آئے مگر وہ بھی راستہ سے پورا واقف نہ تھا۔ نہر پر پہنچے تو چونکہ نہر بند تھی۔ ہمیں کچھ معلوم نہ ہوا کہ نہر آگئی ہے اور اس لئے آگے جو نشان بتایا گیا تھا اس کا بھی پتہ نہ لگا۔ اور ہم ہرچووال کی نہر پر جا پہنچے .... در راستہ میں دو دفعہ راستہ بھولنے کی بناء پر تھوڑا دن کھڑے بٹالہ سے چلے ہوئے صبح ۳ بجے کے قریب قادیان پہنچے۔ ناقل) رمضان کا آغاز تھا اور لوگ اس وقت اٹھ رہے تھے ...... حضرت حافظ حامد علی مرحوم کو خبر ہوئی کہ کوئی مہمان آیا ہے۔ اس وقت مہمان خانہ کے مہتمم کہو داروغہ کہو خادم سمجھو سب کچھ وہی تھے میرے وہ واقف و آشنا تھے۔ جب وہ آکر ملے تو محبت اور پیار سے انہوں نے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اور حیرت سے پوچھا کہ اس وقت کہاں سے۔ میں نے جب واقعات بیان کئے تو بیچارے بہت حیران ہوئے میں نے وہ سبزی وغیرہ ان کے حوالے کی وہ لے کر اسی وقت اندر گئے اور حضرت صاحب کو اطلاع کی۔ میرا خیال ہے کہ تین بجے کے قریب قریب وقت تھا۔ حضرت صاحب نے اسی وقت مجھے گول کمرہ میں بلا لیا اور وہاں پہنچنے تک پر تکلف کھانا بھی موجود تھا۔ میں اس ساعت کو اپنی عمر میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ کس محبت اور شفقت سے بار بار فرماتے تھے۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ میں عرض کرتا۔ نہیں حضور تکلیف تو کوئی نہیں ہوئی معلوم بھی نہیں ہوا۔ مگر آپ بار بار فرماتے ہیں، راستہ بھول جانے کی پریشانی بہت ہوتی ہے اور کھانا کھانے کے لئے تاکید فرمانے لگے۔ مجھے شرم آتی تھی کہ آپ کے حضور کس طرح کھاؤں۔ میں نے تأمل کیا۔ مگر آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے کھانا آگے کر کے فرمایا کہ کھاؤ۔ بہت بھوک لگی ہوگی سفر میں تکان ہوجاتا ہے۔ آخر میں نے کھانا شروع کیا تو پھر فرمانے لگے کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ، شرم نہ کرو۔ سفر

کر کے آئے ہو۔

حضرت حامد علی صاحب بھی پاس بیٹھے تھے اور آپ بھی تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ آرام فرمائیں میں اب کھالوں گا۔ حضرت اقدس نے اس وقت یہ محسوس کیا کہ میں آپ کی موجودگی میں تکلف نہ کروں۔ فرمایا "اچھا حامد علی تم اچھی طرح سے کھلاؤ اور یہاں ہی ان کے لئے بستر اچھا دو۔ تاکہ یہ آرام کرلیں اور اچھی طرح سے سو جائیں۔" آپ تشریف لے گئے۔ مگر تھوڑی دیر بعد ایک بستر لئے ہوئے پھر تشریف لے آئے۔ میری حالت اس وقت عجیب تھی۔ ایک طرف تو میں آپ کے اس سلوک سے نادم ہو رہا تھا کہ ایک واجب الاحترام ہستی اپنے ادنیٰ غلام کے لئے کس مدارات میں مصروف ہے۔ میں نے عذر کیا کہ حضور نے کیوں تکلیف فرمائی۔ فرمایا "نہیں نہیں تکلیف کس بات کی۔ آپ کو آج بہت تکلیف ہوئی ہے اچھی طرح سے آرام کرو۔"

غرض آپ خود بستر ا رکھ کر تشریف لے گئے اور حافظ حامد علی صاحب میرے پاس بیٹھے رہے۔ انہوں نے محبت سے کھانا کھلایا اور بستر ا بچھا دیا میں لیٹ گیا تو مرحوم حافظ حامد علی نے میری چاپی کرنی چاہی تو میں نے بہت ہی عذر کیا تو وہ رُکے مگر مجھے کہا کہ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ ذرا دبا دینا بہت تھکے ہوں گے۔ ان کی یہ بات سُنتے ہی میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل گئے کہ اللہ اللہ! کس شفقت اور محبت کے جذبات اس دل میں ہیں۔ اپنے خادموں کے لئے وہ کس درد کا احساس رکھتا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد جب آپ تشریف فرما ہوئے تو پھر دریافت فرمایا کہ نیند اچھی طرح آگئی تھی۔ اب تکان تو نہیں۔ غرض اس طرح بر اظہار شفقت فرمایا۔ کہ مجھے مدت العمر یہ لطف اور سرور نہ بھولے گا۔ میں چند روز تک رہا اور ہر روز آپ کے لطف و کرم کو زیادہ محسوس کرتا تھا۔ جانے کیلئے اجازت چاہی تو فرمایا نوکری پر تو جانا نہیں، اور دو چار روز رہو۔ میں پھر ٹھہر گیا۔ آخر آپ کی محبت و کرم فرمائی کے جذبات کا ایک خاص اثر لے کر گیا۔ اور وہ کشش تھی کہ مجھے ملازمت چھڑا کر یہاں لائی اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کیا کہ مجھے اس آستانہ پر دھونی رما کر بیٹھ جانے کی توفیق عطا فرمائی۔" (سیرت مسیح موعود..... ص ۱۴۶-۱۴۹)

O

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی..... ایک مخالف مولوی کی قادیان میں آمد اور حضرت اقدس مسیح موعود.. کا بطور مہمان اس کی خاطر مدارات اور تواضع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ مولوی عبد الحکیم جو نصیر آبادی کہلاتا تھا قادیان میں آیا۔ یہ بہت مخالف تھا اور وہی مولوی تھا جس نے لاہور میں حضرت مسیح موعود..... سے ۱۸۹۲ء میں مباحثہ کیا تھا۔ اور اس مباحثہ کے کاغذات

بھی لے کر چلا گیا تھا۔ وہ قادیان میں آیا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی۔ حضرت نواب صاحب نے اپنا مکان قادیان میں بنوا لیا تھا اور وہ اُس وقت کچا تھا۔ اس کے ایک عمدہ کمرہ میں اس کو اُتارا گیا اور ہر طرح اس کی خاطر تواضع کے لئے آپ نے حکم دیا اور یہ بھی ہدایت کی کہ کوئی شخص اس سے کوئی ایسی بات نہ کرے جو اس کی دل شکنی کا موجب ہو۔ وہ چونکہ مخالف ہے۔ اگر کوئی ایسی بات بھی کرے جو رنجیدہ اور دل آزاری کی ہو تو صبر کیا جاوے۔ چنانچہ وہ رہا۔ مَیں اس مباحثہ میں جو لاہور فروری ۱۸۹۲ء میں ہوا تھا موجود تھا اور مجھے معلوم تھا کہ اس مباحثہ کے کاغذات وہ لے گیا تھا اور واپس نہ کئے تھے۔ مَیں نے مولوی صاحب سے کہا کہ جناب مجھے آپ کی بڑی تلاش تھی۔ آپ کے پاس ... مباحثہ کے پرچے ہیں۔ مہربانی کر کے مجھے دے دیں۔ آپ کے کام کے نہیں۔ اور اگر اپنا پرچہ نہ بھی دیں تو حرج نہیں مگر حضرت اقدس والے پرچے ضرور دے دیں۔ مولوی عبدالحکیم صاحب کو خیال تھا کہ شاید اسے کوئی اور نہیں جانتا۔ اور حضرت صاحب نے تو اس مباحثہ کا ذکر کبھی نہیں فرمانا تھا۔ کہ اسے ندامت نہ ہو بلکہ اخلاق و مروّت کا اعلیٰ برتاؤ فرماتے رہے۔ مولوی صاحب بڑے جوش سے آئے تھے کہ میں مباحثہ کروں گا اور وہ اپنے مکان پر مخالفت کرتے تھے اور بڑے جوش سے کرتے تھے۔ ہم ان کی مخالفت کو سُنتے اور جیسا کہ حکم تھا نہایت ادب اور محبّت سے ان کی تواضع کرتے رہے۔ آخر جب مَیں نے اُن سے مباحثہ لاہور کے کاغذ مانگے تو اس کے بعد وہ بہت جلد چلے گئے ...... باوجودیکہ وہ مخالفت کے لئے آیا تھا اور مخالفت کرتا مگر حضرت اقدس نے اس لئے کہ وہ مہمان تھا اس کے اکرام اور تواضع کے لئے ہم سب کو حکم دیا اور سب نے اس کی تعمیل کی۔" (سیرت حضرت مسیح موعود ...... ص ۱۶۰-۱۶۱)

○

"منشی عبدالحق بی۔ اے ...... ایک زمانہ میں عیسائی ہو گئے تھے اور لاہور مشن کالج میں بی۔ اے کلاس میں پڑھتے تھے۔ انہوں نے الحکم اور حضرت اقدس کی بعض تحریروں کو پڑھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا تھا کہ وہ (دینِ) کی حقانیت اور صداقت کو عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت ...... نے ان کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ کم از کم دو ماہ کے لئے قادیان آجائیں۔ چنانچہ وہ ۲۳۔ دسمبر ۱۹۰۱ء کو بعد دوپہر قادیان پہنچے۔ حضرت اقدس کی طبیعت ان ایام میں ناساز تھی مگر باوجود ناسازیٔ مزاج کے آپ دوسرے مہمانوں اور اس حق جُو مہمان کیلئے باہر تشریف لے آئے اور سیر کو تشریف لے گئے اور تمام راستہ میں آتی اور جاتی دفعہ برابر تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا .... اور آخر میں منشی عبدالحق صاحب کو فرمایا:

"آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان وہی آرام پا سکتا ہے جو بے تکلّف ہو۔ پس آپ کو چاہیئے کہ جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بلا تکلّف کہہ دیں۔"

ایک اور موقعہ پر منشی صاحب کو فرمایا کہ

"آپ اگر زبانی کہنا پسند نہ کریں تو مجھے لکھ کر بھیج دیا کریں۔ مہمان نوازی تو میرا فرض ہے۔"

پھر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

"دیکھو یہ ہمارے مہمان ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو مناسب ہے کہ ان سے پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتا رہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود ..... ص ـــ بحوالہ الحکم ۳۱۔ جنوری ۱۹۰۲ء)

○

مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی ابو نصر آہ مئی ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس سے ملنے قادیان آئے اور انہوں نے اپنے سفر قادیان کا حال اخبار وکیل امرتسر میں شائع کیا۔ ان کی یہ تحریر حضرت اقدس مسیح موعود..... کے خُلقِ مہمان نوازی پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔ اس کا تھوڑا سا حصہ مندرجہ ذیل ہے۔ فرماتے ہیں:

"میں نے اور کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی۔ مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ میرے منہ میں حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے۔ اور میں غذائیں کھا نہیں سکتا تھا۔ مرزا صاحب نے (جبکہ دفعتاً گھر سے باہر تشریف لے آئے تھے) دُودھ اور پاؤ روٹی تجویز فرمائی .... اکرامِ ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا ...."

"میں جس شوق کو لے کے گیا تھا ساتھ لایا۔ اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔ واقعی قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھا ہے حُسْنُ خُلُقِكَ وَلَوْ مَعَ الْكُفَّارِ ...... اور میں نے اور کیا دیکھا بہت کچھ دیکھا مگر قلمبند کرنے کا موقع نہیں ...... پھر کبھی بتاؤں گا کہ میں نے کیا دیکھا۔"

راقم آہ دہلوی

الحکم ۲۴۔ مئی ۱۹۰۵ء

معذرت: بعض احباب اپنی منظومات ماہنامہ انصاراللہ کیلئے بھجواتے ہیں جو غیر معیاری اور بحر و عروض کے مطابق نہ ہونے کے باعث شائع نہیں کی جا سکتیں۔ جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے۔ شعر و سخن قدرت کا ایک عطیہ ہے۔ اگر جذبات شعروں میں ڈھلنے لگیں تو ہمارے نو آموز شعراء اپنا کلام کسی مقامی سخن شناس کو دکھا کر اصلاح لے لیا کریں اور بحر و عروض سے بھی واقفیت حاصل کریں۔ (ایڈیٹر)

محبّت کا ایک آنسو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سات قسم کے آدمی عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس کے متعلق آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ رَجُلٌ ذَکَرَاللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ۔ یہ پُرکیف نظم اسی تنہائی کے آنسو کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔

○

ہزار علم و عمل سے ہے بالیقیں بہتر
وہ ایک اشکِ محبّت جو آنکھ سے ٹپکا

خراجِ حُسن میں ہر جنس سے گرانمایہ
نُذورِ عشق میں کیا خوب گوہرِ یکتا

خلاصۂ ہمہ عالم ہے قلب مومن کا
خلاصۂ دلِ مومن یہ اَشک کا قطرہ

نہ اِنفعال، نہ حسرت، نہ خوف و غم باعث
وہ ایک اَور ہی منبع ہے جس سے یہ نکلا

نہ اس کے راز کو دو کے سوا کوئی جانے
نہ یہ کسی کو خبر کب بنا۔ کہاں ڈھلکا

جو جھلکے آنکھ میں تو مست و بے خبر کر دے
گرے تو لے ویں ملائک اُسے لپک کے اُٹھا

نہیں زمانہ میں اس سا کوئی فصیح و بلیغ
جو دل کا حال ہو دلبر سے اس طرح کہتا

عرق ہے خونِ دلِ عاشقاں کا یہ آنسو
یہی ہے نارِ محبّت سے جو کَشید ہوا

یہ تحفہ وہ ہے جو خالص خدا کی خاطر ہے
نہیں ہے اس میں رِیا اور نفاق کا شعبہ

پناہ تیزئ خورشیدِ روزِ محشر ہے
ملے گا اُشک کی برکت سے عرش کا سایہ

جو "عینِ جاریہ" درکار ہے اے زاہدِ خشک
تو عینِ جاریہ اپنی بھی کچھ بہا کے دکھا

مَیں کیا سرشکِ محبت تیری کروں تعریف
کہ ذاتِ باری نے خود تجھ کو دوست فرمایا

حضرت سیّد میر محمد اسماعیل....

برِّ عظیم پاک و ہند میں اولیاءِ کرام کی دعوت الی اللہ

محترم پروفیسر سعود احمد خاں صاحب

(سلسلہ کے لئے دیکھیں شمارہ ماہ جنوری ۱۹۹۶ء)

حضرت معین الدین چشتی رحؒ کی دعوت الی اللہ :-

سلطان محمد غوری کی آمد پر یعنی بارھویں صدی عیسوی کے آخر تک سندھ اور پنجاب میں اسلام پوری طرح جڑ پکڑ چکا تھا اور جیسے بتایا گیا صوبہ جات متحدہ میں بہرائچ میں مسعود غازی کی زیارت گاہ بھی تھی۔ لیکن ابھی ان علاقوں میں اسلام کو حملہ آوروں کا ہی مذہب سمجھا جاتا تھا۔ اس کی روحانی عظمت اور معاشرتی فوائد سے یہاں کے لوگ بالکل بے بہرہ تھے۔ اس علاقہ میں اسلامی روحانی تجلیات کے انتشار کے لئے جس بزرگ کو دعوت الی اللہ کا شرف بخشا گیا وہ سلطان ہند سرخیل اولیائے برعظیم پاک و ہند خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ تصوّف کے لحاظ سے جس نام کا ڈنکا سارے عالم اسلام میں آج تک بجتا ہے وہ حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ خود برعظیم میں قادری صوفیوں کا زور ہے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اس علاقہ میں تبلیغ دین اور دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنے میں کامیابی کا سہرا حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سلسلہ کے سر ہے۔ آپ کا نام نامی حسن تھا اور سنجر کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آنے سے قبل حضرت عثمان البیرونی سے بیعت ہوئے۔ جو چشتی سلسلہ کے ایک بزرگ تھے۔ بیعت کے بعد سیاحت کرتے ہوئے حج بیت اللہ کے لئے نکلے۔ مکہ معظمہ میں پہنچے اور وہاں پر آپ کو خواب میں آقائے نامدار رسول مقبول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان میں توحید کا علم لہرانے کا ارشاد فرمایا۔ آپ عازم ہندوستان ہو گئے۔ اصفہان میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے بیعت لی۔ وہاں سے لاہور آئے اور کچھ عرصہ ٹھہرے تاکہ ہندوستان کی زبان سیکھ لیں۔ پھر دہلی کا رُخ کیا۔ دہلی اس وقت راجپوتوں کا ایک اہم شہر تو تھا۔ لیکن فرمانروا پرتھوی راج اجمیر میں رہتا تھا۔ اس لئے وہیں اس کی راجدھانی تھی اس لئے آپ بھی ۱۱۹۲ء اجمیر چلے گئے۔ اگرچہ دہلی کا بھی آپ کو خیال رہا کہ تمام ملک کا سب سے بڑا شہر تھا۔ ادھر حضرت قطب الدین بختیار کاکی کو پیر کی صحبت سے مستفیض ہونے کا خیال آیا۔ وہ اصفہان سے دہلی پہنچ کر انہوں نے

پیر سے حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کی۔ پیر نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ دلی مراد بر آئی۔ آپ نے ارشاد بھیجا کہ تم وہیں بیٹھ کر دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرو۔ ملاقات کا بھی اللہ تعالیٰ کوئی اور موقع پیدا کر دے گا۔ انہوں نے بھی لبیک کہا اور اس مجاہدہ کو پیر کی صحبت سے زیادہ اہم گردانا۔ بعد میں خود حضرت معین الدین کسی غرض سے دہلی تشریف لائے تو پیر و مرید کی آنکھیں ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوئیں۔ حضرت قطب الدین کی دعوت الی اللہ دہلی میں بہت کامیاب جاری تھی کہ جب حضرت معین الدین شیخ اسلام نجم الدین صغریٰ سے ملے تو انہوں نے شکایت کی کہ قطب الدین لوگوں میں اس قدر ہر دلعزیز ہے کہ لوگ اسی کی طرف مائل رہتے ہیں اور میرے مرتبہ کا ذرا لحاظ نہیں کرتے۔ مجھ سے بے اعتنائی کا سلوک کرتے ہیں۔ اس پر معین الدین چشتی نے اس خیال سے کہ کہیں حکومت اور ان کے سلسلہ رشد و ہدایت کے کسی اختلاف سے دعوت الی اللہ میں رخنہ نہ پڑے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کو اپنے ساتھ اجمیر لے جانا چاہا تو بادشاہ التمش کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ اور یہ بھی علم ہوا کہ شہر میں بڑا اضطراب ہے۔ آخر پورا شہر جلوس کی صورت میں حضرت معین الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کی قیادت خود بادشاہ کر رہا تھا۔ اور ملتجی ہوا کہ حضرت قطب صاحب بختیار کاکی کو دہلی سے نہ لے جائیں۔ پیر بزرگ نے بات مان لی اور نجم الدین صغریٰ کو بھی خاموش رہنا پڑا۔

(سیرۃ الاولیا صٓ ۵۴)

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ ساتویں صدی ہجری کے مجدد تھے۔ اس اعتبار سے یہ ہندوستان میں رہنے والے پہلے بزرگ ہیں جو کسی صدی کے مجدد ہوئے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے معروف خلیفہ حضرت فریدالدین گنج شکر تھے جو پاکستان میں پاک پٹن میں مدفون ہیں۔ حضرت بختیار کاکی صاحب نے ہی آپ کو اس علاقہ میں دعوت الی اللہ کے لئے بھیجا تھا۔ ان کے دو معروف خلفاء ہوئے۔ ایک تو ان کے اپنے بھانجے حضرت علاؤالدین صابر تھے جن کو آپ نے سہارنپور کے علاقہ میں دعوت الی اللہ کے لئے بھجوایا۔ وہ کلیر میں مدفون ہیں۔

دوسرے خلیفہ حضرت نظام الدین دہلوی ہوئے۔ ان کو سلطان الاولیاء بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لقب اس قدر مقبول ہوا کہ عرف عام میں نظام الدین اولیاء بھی کہتے ہیں اور بعض سلطان جی کے لقب سے ذکر کرتے ہیں۔

حضرت نظام الدین سارے ہندوستان میں بہت مشہور بزرگ صوفی ہیں۔ آپ پہلے داعی الی اللہ ہیں جن کا

بعض شاہانِ وقت سے اختلاف ہوا۔ کیونکہ آپ نے ایک خانقاہ تعمیر کی جس میں ہر روز سینکڑوں زائرین آپ کے پاس آتے تھے۔ اس کثرتِ اژدھام کی وجہ سے بادشاہ اور علماء کو آپ کے ہاں سماع پر اعتراض تھا۔ بادشاہ کو فکر ہوئی کہ خانقاہ کے پردے میں سازشیں نہ ہوں۔ بادشاہ کی اس بدظنی نے بہت مشکلات پیدا کیں۔ آپ کی درباری زندگی سے لاتعلقی کے سبب آپ کی بے نفسی اور منصب طلبی سے نفرت کا اظہار تو ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہ تھا۔ آپ نے محسوس کیا کہ شاہِ وقت سے چپقلش دعوت الی اللہ کے کام میں رخنے کا موجب ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین شاہ چراغ دہلی کو وصیت کر گئے کہ تم بادشاہ کے دربار سے صلح کر لینا۔ چنانچہ وہ محمد تغلق (۱۳۲۵ - ۱۳۵۱ء) کے دربار میں جاتے۔ بادشاہ نے ان کو اپنی خدمت پر مامور کیا اور شاہی لباس پہنانے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی۔ یہ کام ان کو گراں تو گزرتا تھا لیکن مرشد کی وصیت تھی سب کچھ برداشت کیا اور اس طرح ان مشکلات میں کمی آ گئی جو دعوت الی اللہ کے کاموں میں رخنے کا موجب ہو رہی تھیں۔ لیکن محمد تغلق کو یہ بدسلوکی مہنگی پڑی۔ نہ وہ خود تاریخ میں کوئی عظیم کامیاب بادشاہ گردانا جاتا ہے حالانکہ اس کی سلطنت دکن تک پہنچ گئی تھی اور نہ دہلی سلطنت کو وہ عظمت نصیب رہی جو اس سے پہلے تھی۔ بلکہ سلطنت زوال پذیر ہوتی گئی۔

حضرت امیر خسروؒ:۔ اس دور کے ایک اور مقبولِ عام صوفی بزرگ حضرت امیر خسروؒ تھے۔ ثقافتی اعتبار سے ان جیسا صاحبِ طرز ادیب، شاعر اور فنکار سارے مسلم دور میں نہیں دکھائی دیتا۔ حضرت بختیار کاکیؒ، حضرت گنج شکرؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو سماع سے شوق تھا۔ چونکہ ہندوؤں میں تو یہ عبادت میں شامل ہے۔ اس لئے ان کی دلکشی کے لئے ان صوفیا نے یہ رنگ بھی اختیار کیا کہ ہندو ان کے قریب آئیں اور ان کی باتیں سنیں۔ فرق اتنا تھا کہ یہ لوگ اپنی قوالیوں میں حمد و نعت یا اپنے مرشد کی منقبت گاتے۔ سننے والے ہندو اس طرح اسلام کے قریب ہو جاتے۔ حضرت امیر خسروؒ نے ایسے گیت نظم کئے جو آج تک قوالیوں کی جان سمجھے جاتے ہیں۔ اس طرح ان کا بھی دعوت الی اللہ میں ایک حصہ ہو گیا۔

حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ:۔ چشتیوں کے علاوہ ایک سہروردیہ سلسلہ ہے جو حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے متعلق ہے۔ برعظیم میں ملتان کے بزرگ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ ان کے بزرگ خوارزم سے ملتان کے پاس آباد ہوئے۔ کوٹ کروڑ میں ان کی پیدائش (۱۱۸۲ء) ہوئی۔ علم و سیاحت کا شوق بچپن سے تھا۔ اسی سیاحت کے دوران بغداد میں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ

سے ملاقات ہوئی اور ان سے بیعت ہوئے۔ اور خرقۂ خلافت لے کر واپس لوٹے۔ حضرت بہاؤالدین کے بعد ان کے بیٹے رکن الدین ابوالفتح نے سہروردی سلسلہ کو بہت فروغ دیا۔ اور کثرت سے ملتان کے لوگوں کو مسلمان کیا۔

ان سلسلوں کے علاوہ سندھ اور بہاولپور اور مغربی پنجاب میں اُچہ کے بزرگوں کو دعوت الی اللہ کے مبارک کام کو ترقی دینے کی توفیق ملی۔ حضرت سید جلال بخاری۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔ سید راجو قتال کے نام تذکروں میں آتے ہیں۔

بنگال میں دعوت الی اللہ:-

بنگال میں سہروردی بزرگ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۹۵ء میں پہنچے جبکہ مسلمانوں نے بنگال کو فتح بھی نہ کیا تھا۔ اور ایک ہندو لکشمن سین وہاں حکمران تھا آپ کی ذات میں ایسا اثر تھا کہ لوگ جوق در جوق آتے اور مسلمان ہو جاتے۔ ابن بطوطہ بھی حاضر ہوا اور کثرت سے ہندو مسلمانوں کے آنے کا ذکر اپنے سفرنامے میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ ان کے ہم نام شیخ جلال سلہٹی بھی مشہور ہیں۔ ضلع سلہٹ کے گزٹیر میں لکھا ہے کہ گوڑ یا سلہٹ کو سکندر غازی نے فتح کیا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کی فوجوں سے زیادہ وہاں کے راجا گوبند کو شیخ جلالؒ کی کرامات نے بے بس کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ چشتیوں میں سے سراج الدین عثمانؒ۔ شیخ علاؤ الدین علاؤ الحقؒ اور نور قطب عالمؒ شامل ہیں۔ نور قطب عالمؒ کے زمانہ میں ایک راجا گنیش نے مسلمانوں پہ بہت ظلم ڈھائے۔ انہوں نے جونپور کے بادشاہ سلطان ابراہیم کو مدد کیلئے بلایا۔ علاقہ فتح ہوگیا۔ گنیش معافی کا خواستگار ہوا۔ اس کا بیٹا جدو مسلمان ہوگیا۔ اس پہ نور قطب عالمؒ نے سفارش کی کہ گنیش کی حکومت بحال رکھی جائے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اور سلطان جلال الدین اور مظفر شاہ کہلایا۔ اس کے زمانہ میں اسلام کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ (ریاض السلاطین ص ۱۰۸ تا ۱۱۰)

ان بزرگوں کی تبلیغ اور تربیت کے نتیجہ میں بنگال میں نومسلموں میں اللہ والے بھی پیدا ہوئے۔ ایک ہندو سرنگی رشی مخدوم کنڈین گیا۔ اور بدھوں میں سے ایک معجزہ بازی گر مسلمان ہو کر ولی مخدوم صاحب کہلایا۔ (تاریخ بنگالہ مرتبہ سرجادو ناتھ سرکار جلد دوم ص ۶۸ تا ۷۰)

دکن میں اسلام ابتداء ہی میں پہنچ گیا تھا۔ کیونکہ سندھ کی فتح کے ساتھ ہی مسلمانوں کی بستیاں مغربی گھاٹ پر قائم ہونے لگی تھیں۔ غزنوی عہد میں بھی وہاں داعیان الی اللہ پہنچے۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی ترچناپلی میں ایک سید سلطان مظہر ولی کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے۔ یہ بزرگ

ایران کے شہر ہرمز سے یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری کی طرح آپ کو بھی مکہ میں جب آپ حج پر گئے ہوئے تھے خواب میں جنوبی ہند میں اشاعت اسلام کا کام سونپا گیا تھا۔ پہلے تلگھاٹ گئے اور جلد نو مسلموں کا ایک گروہ اپنے گرد جمع کر لیا۔ جب ایک بڑھیا کے بیٹے کو وہاں کے راجہ نے ظلم سے قتل کرنا چاہا تو آپ نے اور آپ کے مریدوں نے اس کو ظالم کے چنگل سے چھڑا لیا۔ اسی واقعہ کے بعد آپ ترچناپلی کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تعلق باللہ دعاؤں کرامات اور خدمت خلق کے ساتھ وقت کی مناسبت سے فتنہ و فساد اٹھائے بغیر مظلوموں کی مدد کے لئے کوشاں ہونے سے بھی دعوت الی اللہ کے کام کو تقویت پہنچتی ہے۔ جب دیکھا کہ ملک میں فساد یا مزید ظلم کے پھیلنے کا اندیشہ ہے تو بجائے اس کو بھڑکانے کے وہاں سے کنارہ کش ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔

دکن میں دعوت الی اللہ ۔ حضرت گیسو دراز ؒ:۔

چودھویں صدی عیسوی میں حضرت نظام الدین اولیاء کے دہلی میں خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی نے اپنے ایک مرید باصفا حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز ؒ کو دکن بھیجا۔ اس زمانہ میں سلطان محمد تغلق نے سلطنت کی وسعت پذیری کی وجہ سے دار الحکومت دہلی سے دیوگری یا دولت آباد کو بنانا چاہا۔ بہت سے علماء و مشائخ اور اہل حرفہ کو وہاں بھجوایا۔ دولت آباد پایۂ تخت تو نہ بن سکا۔ البتہ مسلمانوں کی کافی بڑی جمعیت وہاں پہنچ گئی۔ ایک تو ان کی تربیت ضروری امر تھا دوسرے اس جگہ سنٹر بنا کر تبلیغ اسلام کا کام پھیلایا جا سکتا تھا۔ آپ نے دکن میں گلبرگہ میں قیام فرمایا۔ اور وہیں آپ کا مزار ہے۔

مغلیہ دور ۔ اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی:۔

مغلیہ دور میں نقشبندیوں نے اُس یلغار کا مقابلہ کیا جو اکبر (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) کی آزاد خیالی کی وجہ سے ہندوؤں کی طرف سے اسلام پر اور مسلمانوں کے خلاف کی گئی۔ اب ہندو مذہبی طور پر تو اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ہندو رانیوں کے شاہی محل میں پہنچ جانے کی وجہ سے اور اکبر کی حکومت کے غیر مذہبی یا مذہب سے لاتعلقی کی پالیسی سے وہ ناجائز فائدہ ضرور اٹھا رہے تھے۔ ایسے موقع پر پھر اولیائے کرام میدان میں نکلے اور اکبر کی آزاد خیالی سے ہندو جو غلط مطلب لے رہے تھے اس کے خلاف مسلمان امراء کو بیدار کیا۔ یہ جمہوری دور تو تھا نہیں کہ عوام کو اکسا کر کوئی عوامی تحریک چلائی جاتی۔ اور نہ اولیاء سیاست کا کھیل کھیلا کرتے ہیں۔ ان کا مقصد تو تربیت کرنا ہوتا ہے۔ جوشیلی عوامی تحریک تعمیر سے زیادہ تخریبی بن جایا کرتی ہے۔ اس لئے حضرت باقی باللہ ؒ

اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے مسلمان امراء کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ خاص طور پر فرید خاں دیوان (پے ماسٹر جنرل) ۔ خان اعظم ۔ صدر جہاں ۔ خانِ جہاں اور عبدالرحیم خان خاناں کو خطوط لکھ کر اس فتنہ سے آگاہ کیا گیا ۔ بتایا کہ ہندو کتنے دلیر ہو گئے ہیں کہ مسجدوں کو مسمار کر کے مندر تعمیر کئے جا رہے ہیں ۔ مسلمانوں کو نماز اور عبادات سے روکا جا رہا ہے وغیرہ اور تم لوگ خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہو ۔ ان مکتوبات کا اثر تھا کہ اکبر کو ہوش آیا اور آخر وقت میں اس کی غیرت جاگی ۔ جیسے ایک خط میں حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا تھا یہ سب کچھ ایسی حالت میں ہو رہا ہے جبکہ حاکم وقت ہم ہی سے ایک ہے ۔ یعنی ان تمام بدعنوانیوں کے باوجود جو اکبر سے سرزد ہو رہی تھیں انہوں نے اکبر کو کافر کہہ کر طیش نہیں دلایا بلکہ اس کے اسلام کو بیدار کرنے کی کوشش فرمائی ۔ آخر کار فرید خان کی ہوشیاری سے جواب عہدے ۔ میں ترقی کے بعد مرتضیٰ خان کے خطاب سے نوازا جا چکا تھا اکبر اور جہانگیر میں صلح ہو گئی ۔ اکبر نے جہانگیر کو ولی عہد بنانے کا اعلان کر دیا ۔ جبکہ جہانگیر کو بے دخل کر کے اس کے بیٹے خسرو کو ولی عہد بنانے میں اس کا ہندو ماموں راجہ ملن سنگھ سرگرم عمل تھا ۔ مسلمان امراء پہلے ہی جہانگیر کو اپنے ساتھ ملا چکے تھے ۔ اور اس کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ تخت پر بیٹھتے ہی وہ تمام باتیں منسوخ کر دے گا ۔ جن سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا تھا ۔ اکبر بڑھاپے میں اب نام کا حکمران تھا ۔ اور جونہی اس کی آنکھ بند ہوئی جہانگیر (۱۶۰۳ء تا ۱۶۲۷ء) کے ہاتھوں دین الٰہی کی تمام بدعنوانیوں کا خاتمہ ہو گیا ۔

اکبر کے زمانہ میں اسلام کے ساتھ جو ناروا سلوک ہو رہا تھا اس کی دو وجوہات تھیں ۔ ایک بعض علماء کا اپنا کردار ۔ دوسرے ہندوؤں میں بھگتی موومنٹ کے ذریعہ ہندو مت کے احیاء کی کوششیں ۔ چنانچہ علمائے سُو کے متعلق تو حضرت مجدد الف ثانی کا یہ فقرہ واضح ہے ۔

ہر فتورے کہ دریں زمان در ترویج دین ظاہر گشتہ از شومیٔ علمائے سوء است

(رودِ کوثر)

ان علماء میں دو قسم کے درباری علماء شامل ہیں ۔ اگر شیخ مبارک اور اس کے دونوں بیٹے فیضی اور ابوالفضل ذاتی اغراض کے لئے بادشاہ کی خوشامد میں لگے رہتے تو مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری شیخ اسلام صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ نہ دیتے تھے اور صدر الصدور ملّا عبدالغنی محکمہ قضا کے سربراہ ہونے کے باوجود بہت سی ناانصافیوں پر آنکھوں پر پٹی باندھے بیٹھے تھے ۔ اور حکومت کے اس شعبہ میں رشوت کا بازار گرم تھا ۔ حکومت میں ذمہ دار عہدوں پر فائز ہوتے ہوئے یہ دونوں سرخیل علماء دربار میں بادشاہ کے سامنے ایک دوسرے کے خلاف اس طرح الزام تراشی اور فتوے لگاتے جس سے بجائے

حکومت میں سہولت اور بہتری کے بادشاہ کے لئے مشکلات پیدا ہوتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بادشاہ کی نگاہ میں جو اجمیر آگرہ سے پاپیادہ سفر کرتا تھا۔ اور خود مسجد میں اذان دیتا تھا شعائر اسلامی اب بازیچۂ اطفال بن گئے تھے۔ اور اسلام کو بادشاہ کے ہندو نورتنوں اور دیگر غیر مسلم عمائدین سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس محضر نامہ پر جس کی رُو سے بادشاہ کو مجتہد کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ ان علماء کے دستخط موجود تھے۔ پھر بھی اس کے غلط استعمال پر دونوں نے آواز بلند کی لیکن اب پانی سر سے گذر چکا تھا۔ ان کی مخالفت اکبر کو اس کی بدعنوانیوں سے نہ روک سکی۔ البتہ اکبر کے ہاتھوں ذِلّت اور قید و بند کی حتّٰی کہ موت کی صعوبتیں اٹھا کر انہوں نے کسی حد تک اپنے ابتدائی رویّے کا کفارہ تو ادا کر دیا لیکن اسلام کو جو نقصان پہنچ سکتا تھا اب یہ کفارہ اس کو تو رد نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے لئے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؓ نے دونوں محاذوں پر یعنی دین الٰہی اور بھگتی موومنٹ کے خلاف تجدید دین اور دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کیا۔ اور ایک ایسا طریق اختیار کیا کہ پھر جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد حکومت میں بھی کافی اصلاح احوال ہوئی اور اورنگزیب کے عہد میں تو اسلام محفوظ اور مامون دکھائی دینے لگا۔ چنانچہ جب اورنگزیب نے برعظیم پاک و ہند میں فقہ اسلامیہ کی تدوین کی ضرورت محسوس کی تو اس میں حضرت مجدّد صاحب کے جانشینوں اور نقشبندی علماء کا کافی دخل تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اور آپ کی اولاد کے ذریعہ دعوت الی اللہ:

اورنگزیب (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) کے بعد جب سلطنت مغلیہ رفتہ رفتہ زوال پذیر ہو رہی تھی تو جو خطرہ اکبر کے دربار میں اس کے ہندو درباریوں اور عبادت خانہ میں آنے والے غیر مسلم مناظرین اور علمائے سُو سے تھا۔ اب سارے ملک میں محسوس ہونے لگا۔ کہیں مرہٹے کہیں راجپوت اور کہیں سکھ سر اُٹھا رہے تھے۔ اور پھر کہیں انڈیا کمپنی کے بڑھتے ہوئے اثر کے تحت عیسائی منّاد بھی جگہ جگہ اسلام کے خلاف زہر پھیلا رہے تھے۔ اس فتنہ کے مقابلہ میں جس ہستی نے کام کیا اس کا نامِ نامی امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۰۳ء تا ۱۷۶۲ء) ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو حجۃ اللہ البالغہ اور دیگر تصانیف کے ذریعہ ان تمام خطروں سے آگاہ کیا۔ اور بتایا کہ ان کا مقابلہ صرف رُوحانی اقدار کی بحالی سے کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے امراء کو خطوط لکھ کر اکبری دَور کے فتنوں اور ان کے خطرات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا حضرت شاہ ولی اللہؒ محدّث دہلوی نے وہی کام عوام کو متنبہ کرنے سے کیا۔ اور اس کے مقابلہ کے لئے ان کو اس طرح تیار کیا کہ قرآنِ کریم کے

باقی صـ۳۷ پر

آوازِ احمدی

خاموش ہوں اِدھر، اُدھر شوریدہ سر ہوں مَیں
ردِّ عمل سے ڈر ذرا باچشمِ تر ہوں مَیں

گھر کو لُٹا کے یار کی نظروں میں گھر کیا
ہے نفع پر نظر مری روشن بصر ہوں مَیں

آتی ہیں منزلیں مری جانب کشاں کشاں
بے زادِ راہ سہی مگر محوِ سفر ہوں مَیں

سمجھے گا کون میری پروازِ رسا کا راز!
سب جانتے ہیں طائرِ بے بال وپر ہوں مَیں

اُڑتے ہیں جس کو دیکھ کر ہر باخبر کے ہوش
اے سُننے والے سُن ذرا وہ بے خبر ہوں مَیں

اُس دلبرِ ازل کا نہ جانے ہے وصل کیا ؟
کہ جس کے عین ہجر میں محوِ نظر ہوں مَیں

خاک آشنا جبین مری، سوز آشنا ہے دل
اِک اور ہی انداز سے اکسیر گر ہوں مَیں

فضلِ خدا کے ہاتھ سے فتح و ظفر ملی
ورنہ ڈھکی چھپی نہیں بے زور و زر ہوں مَیں

عبد السلام اسلام

معروف شاعر محترم سیّد محمد اسمٰعیل احسن صدیقی صاحب کی وفات

قارئین ماہنامہ انصاراللہ کو علم ہو چکا ہے کہ ہمارے کرم فرما معروف شاعر خوشنوا سید محمد اسمٰعیل احسن صدیقی صاحب ۲۲۔ دسمبر ۱۹۹۵ء کی شب ابدی نیند سو گئے۔ آپ کی وفات سے شعروادب کی دنیا میں ایک خلاء پیدا ہوا ہے۔ نہایت متقی، سادہ اور منکسرالمزاج انسان تھے۔ اللہ انہیں غریقِ رحمت کرے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کے کلام کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ یکم نومبر ۹۱ء کو ایک خط میں حضور نے تحریر فرمایا:۔

"آپ کے کلام کی خوشبو اگر نہ پھیلتی تو لوگوں کو پتہ نہ چلتا کہ گوجرہ کی گدڑی میں لعل پوشیدہ ہے۔ بلکہ لالہ صحراء ہیں۔

حضور انور کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکرِ خیر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۲۹۔ دسمبر ۱۹۹۵ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر یوں فرمایا:۔

"ایک اور ہمارے بزرگ دوست سید احسن اسماعیل صدیقی صاحب گوجرہ میں ۲۲۔ دسمبر ۹۵ء کو وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ابن سید چراغ دین شاہ صاحب و استانی چراغ بی بی صاحبہ مرحوم جسمانی لحاظ سے ان میں کچھ کمزوریاں تھیں۔ اس کے باوجود بہت ہمت والے انسان تھے۔ اور اچھے اعلیٰ ظرف اور اعلیٰ پائے کے شعر کہتے تھے۔ اونچ نیچ تھا اُس میں لیکن بعض دفعہ شعر چمک کے ایسے اٹھتے تھے کہ بہت اُونچی فضا تک پہنچ جاتے تھے۔ ان کی ایک نظم تو اتنی مقبول عام ہوئی کہ ایک زمانے میں ربوہ میں تو بچہ بچہ اس نظم کو گاتا پھرتا تھا۔

عرفان کی بارش ہوتی ہے، دن رات ہمارے ربوہ میں
اِک مَردِ قلندر رہتا ہے، دریا کے کنارے ربوہ میں
ظُلمت کی گھٹائیں چھائی ہیں، .... کے رُوئے تاباں پر
اِس دَور میں بھی آتے ہیں نظر، کیا چاند ستارے ربوہ میں
توحید کی باتیں کرتے ہیں، محبوبِ خدا پر مَرتے ہیں
یہ کوئی فرشتے ہیں یا ربّ، جو تُو نے اُتارے ربوہ میں

یہ زندہ جاوید کلام سیّد احسن اسماعیل صدیقی صاحب کا ہے۔ ان کی نماز جنازہ بھی انشاءاللہ ہوگی۔

بقیہ: برعظیم پاک وہند میں اولیاء کرام کی دعوت الی اللہ

تراجم کی بنیاد ڈالی۔ خود اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔ جو اس وقت عام پڑھے لکھوں کی زبان تھی اور عربی سے نابلد ہونے کی وجہ سے ان کو قرآن مجید کی تعلیم سے آگاہی نہ تھی اور وہ بھی علمائے سُوء کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کے اردو تراجم کئے۔ اور بڑے صاحبزادہ شاہ عبدالعزیز نے ایک طرف اپنے دادا شاہ عبدالرحیمؒ اور والد شاہ ولی اللہؒ کے مدرسہ کو خوش اسلوبی سے قائم رکھا اور اپنے علم کلام سے اختلافی مسائل حل کرنے کی کوشش کی، تو دوسری طرف فقہ اسلامیہ کو بدلے ہوئے حالات پر تطبیق کرنے کی کوشش بھی کی۔ جس کی تدوین میں اورنگزیب کے زمانہ میں ان کے دادا بھی شریک رہے تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بارہوی صدی ہجری کے مجدّد بھی تھے۔

جہاں تک عیسائی پادریوں کی دریدہ دہنی کے مقابلہ کا سوال تھا اس کو ایسے لطائف سے حل کیا کہ کم از کم وقتی طور پر تو الزامی جواب سے اسلام کا دفاع ہوگیا۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ آنے والا خطرہ بہت بڑا اور عالمگیر خطرہ تھا۔ سیاسی غلبہ کے ساتھ عیسائیوں کی طرف سے ایسی مذہبی یلغار ہوئی کہ نہ صرف برصغیر پاک وہند بلکہ مصر، شام، عراق، مغرب اقصیٰ اور دیگر بلاد اسلامیہ کے لئے ان کا مقابلہ کرنا مشکل ہوگیا۔ لیکن خانوادہٗ ولی اللہ شاہ کی کوششیں قابلِ تحسین ہیں کہ تاآنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین حق کی اشاعت اور غلبہ کا عالمگیر نظام قائم ہوا۔ کم از کم برعظیم میں غیرت حمیّت اسلامیہ کے جذبہ کو تو انہوں نے برقرار رکھا۔

اعلانات

تحریک وقفِ زندگی برائے داخلہ جامعہ احمدیہ

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"میں جماعت کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاق کا ثبوت دے اور نوجوان زندگیاں وقف کریں۔ ہر احمدی گھر سے ایک نوجوان ضرور اس کام کیلئے پیش کیا جائے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے ہر سال کم از کم پچاس طالب علم آنے چاہئیں سَو ہوں تو بہتر ہے۔"

۲۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ احمدیہ میں طلباء کی تعداد دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جس تعداد میں جامعہ احمدیہ میں نوجوان داخل ہوتے ہیں اور باقاعدہ مربی بنتے ہیں اسے دیکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ضروریات کے ہزارویں حصہ کو بھی پورا نہیں کرتے۔"

۳۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"آئندہ سَو سالوں میں دینِ حق نے جس کثرت سے ہر جگہ پھیلنا ہے اس کے لئے لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں۔ ایسے واقفینِ زندگی چاہئیں جو خدا کی راہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہوں۔ ہر طبقہ زندگی سے کثرت کیساتھ واقفین زندگی چاہئیں۔"

۴۔ جامعہ احمدیہ میں طلبہ کی تعداد بڑھانے کے لئے مجلس مشاورت ۱۹۶۱ء کا فیصلہ ہے کہ

"ہر ضلع کی جماعت ۲۵۰ چندہ دہندگان پر کم از کم ایک میٹرک پاس طالب علم جامعہ احمدیہ میں برائے تعلیم بھجوائے۔"

۵۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفین زندگی طلبہ کا انٹرویو انشاء اللہ میٹرک کے نتیجہ کے بعد ہوگا۔

۶۔ امراء و صدر صاحبان اور مربیان و معلمین سلسلہ سے درخواست ہے کہ اپنے حلقہ سے زیادہ سے زیادہ ذہین، ہونہار اور خدمت دین کا شوق رکھنے والے مخلص طلبہ کو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے بھجوانے کی کوشش فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں زیادہ سے زیادہ برکت عطا فرمائے

وکیل الدیوان تحریک جدید۔ ربوہ

کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ دار الضیافت

حضورِ انور کے منصوبہ "کفالت یکصد یتامیٰ" کے بارے میں ضروری اعلانات

امانت یکصد یتامیٰ:۔ جو دوست یتامیٰ کی خبرگیری اور کفالت کے خواہشمند ہوں وہ ایک یتیم کی کفالت کے جملہ اخراجات ادا کر کے اس بابرکت تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مستحق یتیم بچوں پر عمر اور تعلیم کی ضروریات کے لحاظ سے چار صد روپیہ سے ایک ہزار روپیہ تک ماہوار خرچ کا اندازہ ہے۔ آپ اپنی خواہش اور مالی وسعت کے لحاظ سے جو رقم بھی باقاعدہ ماہوار مقرر کرنا چاہیں کمیٹی کو اس کی اطلاع کر دیں۔ اس غرض کے لئے اپنی رقوم امانت "کفالت یکصد یتامیٰ" خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں براہ راست یا مقامی انتظام جماعت کی وساطت سے جمع کروانا شروع کر دیں۔

نیز احباب کی آگاہی کے لئے یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ حضورِ انور نے ایسے احباب کو بھی ادائیگی کی اجازت عطا فرمائی ہے جو گاہے گاہے کوئی رقم مقرر کئے بغیر کچھ نہ کچھ اس مد "کفالت یکصد یتامیٰ" میں مقامی انتظام جماعت کے ذریعہ حسبِ منشاء جمع کرانا چاہتے ہیں۔

۲۔ مستحق یتامیٰ یا اُن کے وُرثاء توجہ فرماویں

حضورِ انور کے ارشاد کے ماتحت امانت "کفالت یکصد یتامیٰ" سے ایسے مستحق یتامیٰ کو وظائف دینے کا انتظام ہے جو اپنی پرورش، تعلیم اور مستقبل کی اٹھان کے لئے سلسلہ کی طرف سے مدد لینے کے خواہاں ہوں۔ ایسے بچوں کی والدہ یا ورثاء یتامیٰ کمیٹی کو اطلاع دیں تا اُن کے وظائف کا انتظام کیا جا سکے۔

امراءِ اضلاع و مُربیانِ کرام کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ جماعت میں سے ایسے گھرانوں کی نشاندہی کر کے یتامیٰ کمیٹی کا ہاتھ بٹائیں تا اُن کی مدد کا مستقل انتظام کیا جا سکے۔

سیکرٹری کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ

دار الضیافت۔ ربوہ

تعزیت و دُعا

○ محترم زعیم صاحب اعلیٰ مجلس انصار اللہ اسلام آباد شرقی نے امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد چوہدری محمد علیم الدین صاحب کی اہلیہ محترمہ سلمیٰ صدیقہ صاحبہ کی وفات پر اراکین مجلس کی طرف سے قرار داد تعزیت بھجوائی ہے ۔ محترمہ سلمیٰ صدیقہ صاحبہ مورخہ ۲۹ ۔ دسمبر کو بعمر ۳۷ سال وفات پاگئی تھیں ۔ آپ نہایت صابر، خوش طبع ، ملنسار اور ہمدرد خاتون تھیں ۔ قارئین سے آپ کی بلندئ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے ۔

○ محترم مہر مختار احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ باگٹہ سرگانہ ضلع خانیوال نے تحریر کیا ہے کہ ایک بزرگ داعی الی اللہ محترم رانا فیض بخش لون صاحب جمال والا لکھی کے ضلع ملتان ۱۲ ۔ دسمبر ۹۵ء کو وفات پا گئے ہیں ۔ ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کی درخواست ہے ۔

○ محترم عبد الحمید مبشر صاحب خلیل آباد کوٹلی آزاد کشمیر نے لکھا ہے کہ مکرم مولوی فیروز دین صاحب جماعت احمدیہ سہنی (گوئی) مورخہ ۲ ۔ جنوری ۹۶ء بعمر ۱۰۰ سال وفات پاگئے ہیں ۔ آپ ایک مخلص فدائی احمدی تھے ۔

○ مکرم زعیم صاحب مجلس انصار اللہ مردان شہر نے مجلس عاملہ اور اراکین مجلس کی طرف سے مکرم سید رفیع اللہ شاہ صاحب ناظم انصار اللہ ضلع مردان کی وفات پر تعزیتی قرار داد ارسال کی ہے ۔ آپ نے لکھا ہے کہ سید رفیع اللہ شاہ صاحب موصوف مورخہ ۲۵ ۔ فروری کو مردان میں وفات پاگئے ۔ آپ نہایت متقی ، صابر ، عبادت گزار اور مالی قربانیوں میں مسابقت کی رُوح رکھتے تھے ۔ قارئین سے ان کی بلندئ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے ۔

آپ کے خطوط

○ مکرم حفیظ اللہ خان صاحب سیالکوٹ لکھتے ہیں :۔

اتنا معیاری رسالہ شائع کرنے پر مبارکباد قبول فرمائیں ..... گذشتہ کچھ مہینے سے سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے مضامین کا سلسلہ آرہا ہے ۔ بہت اعلیٰ ، علمی اور ایمان تازہ کرنے والا ہے ۔ اس کو جاری رکھیں اور بعد میں کتابی شکل میں ضرور شائع کریں ...... کبھی اپنا تعارف بھی شائع کر دیں ۔

ادارہ : آپ کی تجویز نوٹ کر لی گئی ہے ۔ ایڈیٹر کے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں ۔ ادارت سے منسلک ہونا ہی اس کا تعارف ہے ۔

نصاب سہ ماہی امتحانات

مجلس انصاراللہ پاکستان کے سہ ماہی امتحانات ۱۳۷۵/۱۹۹۶ء کے لئے درج ذیل نصاب مقرر ہوا ہے۔ جملہ زعماء کرام سے درخواست ہے کہ براہِ کرم اس سے اپنے تمام انصار بھائیوں کو آگاہ کر دیں اور اس کے مطابق کتابچہ ہدایات برائے سال ۱۹۹۶ء کے صفحہ پر ضروری ترمیم فرمالیں۔

۱۔ سہ ماہی اوّل۔ (جنوری تا مارچ)

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر ۱۲ نصف آخر

۲۔ کتاب ایک غلطی کا ازالہ

۳۔ کتاب بنیادی نصاب

۲۔ سہ ماہی دوم۔ (اپریل تا جون)

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر ۱۳ نصف اوّل

۲۔ کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی۔ پہلا سوال

۳۔ کتاب زھق الباطل خطبات نمبر ۱ تا ۵

۳۔ سہ ماہی سوم۔ (جولائی تا ستمبر)

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر ۱۳ نصف آخر

۲۔ کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی۔ بقیہ چار سوال

۳۔ کتاب زھق الباطل خطبات نمبر ۶ تا ۱۰

۴۔ سہ ماہی چہارم۔ (اکتوبر تا دسمبر)

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر ۱۴ نصف اوّل

۲۔ کتاب مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی

۳۔ کتاب زھق الباطل خطبات نمبر ۱۱ تا ۱۴

براہِ کرم ایسا انتظام فرمائیں کہ ہر سہ ماہی کے پہلے دو ماہ میں اس سہ ماہی کے مقررہ نصاب کی سب انصار کو باقاعدہ کلاسوں اور درس و تدریس کے ذریعے اچھی طرح سے تیاری کروا دی جائے اور تیسرے ماہ کے پہلے دس دنوں کے اندر سب انصار اپنے امتحانی پرچے خود حل کر کے اپنے سائق یا زعیم کو پہنچا دیں۔ اور زعماء مجالس انہیں جلد از جلد مرکز کو ارسال کر دیں تاکہ سہ ماہی ختم ہونے سے پہلے پہلے سب پرچے مرکز میں پہنچ جائیں۔

براہِ کرم یہ اَمر بھی ملحوظ رکھیں کہ ان امتحانات میں ہر مجلس کی نمائندگی لازمی ہے اور ہر مجلس کے کم از کم نصف انصار کی شرکت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرکزی امتحانات کے اس نہایت درجہ مفید پروگرام سے زیادہ سے زیادہ انصار کو پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور اس کے نہایت بابرکت نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین

خاکسار

رفیق احمد ثاقب

قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

خدا تمہارے ساتھ ہے

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ...... تذکرۃ الشہادتین میں فرماتے ہیں :-

"تم خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے۔ تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے۔ اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور روح القدس سے مدد دئے جاؤ گے۔ اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر کے ساتھ انتظار کرو۔ گالیاں سُنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور بدی کے مقابلے سے پرہیز کرو۔ تا آسمان پر تمہاری مقبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل ان کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں۔ اُنہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دنیا صادق کو نہیں دیکھتی۔ پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اس کو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی تیار ہوتا ہے اور تمہارے منشا کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے۔ اور کیا تم اس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے؟ پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو۔ پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدّار اور دنیا کو مقدّم رکھنے والا ہے سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے۔ تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائے گا۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۸)

○